نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

بسم الله الرحمن الرحيم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ



ماهنامہ الحدیث حضرو



محرم ۱۴۳۰ھ جنوری ۲۰۰۹ء

مدیر:
حافظ زبیر علی زئی

- سو(۱۰۰) شہیدوں کا ثواب؟
- رسول اللہ ﷺ پر درود اور فرشتوں کا اسے پہنچانا
- جماعت المسلمین اور تکذیبِ حدیثِ رسول
- بریلوی سوالات اور اہلِ سنت: اہلِ حدیث کے جوابات
- حافظ محمد یحییٰ عزیز میرمحمدی رحمہ اللہ



مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک: پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 6 | محرم ۱۴۳۰ھ جنوری ۲۰۰۹ء | شمارہ: 1

قیمت
فی شمارہ : 20 روپے
سالانہ :200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
250 روپے

خط وکتابت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

اس شمارے میں

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصابیح

سو شہیدوں کا ثواب؟

۱۷۴) وعنه قال قال رسول الله ﷺ : ((اتبعوا السّواد الأعظم فإنه مَن شذّ شذّ في النار .)) رواه ابن ماجه من حديث أنس .

اور انھیں (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
سوادِ اعظم کی پیروی کرو کیونکہ جس نے شذوذ (مخالفت کرتے ہوئے جدا راستہ اختیار) کیا تو اسے آگ میں گرایا جائے گا۔

اسے ابن ماجہ (۳۹۵۰) نے (سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس روایت میں معان بن رفاعہ السلامی لین الحدیث (کمزور حدیثیں بیان کرنے والا) راوی ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۶۷۴۷)

جمہور محدثین نے اُس پر جرح کی ہے جیسا کہ تہذیب الکمال (۱۴۹/۷) سے ظاہر ہے۔

اس روایت کا دوسرا راوی ابو خلف الاعمیٰ (حازم بن عطاء) ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا: **متروك إلخ** (تقریب التہذیب:۸۰۸۳)

ابو حاتم الرازی نے کہا: ''**شيخ منكر الحديث ، ليس بالقوي**'' وہ منکر حدیثیں بیان کرنے والا شیخ (اور) القوی نہیں تھا۔ (الجرح والتعدیل ۳/ ۲۷۹)

بوصیری نے کہا: یہ سند ضعیف ہے۔ الخ (زوائد ابن ماجہ ص ۵۱۰)

اخبار اصبہان لابی نعیم الاصبہانی (۲۰۸/۲) میں اس روایت کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے جس میں ابو عون الانصاری مجہول الحال ہے اور بقیہ بن الولید (صدوق مدلس) کی تصریح سماع نہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص اس ضعیف روایت سے استدلال کرنے پر بضد ہے تو اس کی خدمت میں عرض ہے کہ محدث ابن ابی عاصم (متوفی ۲۸۷ھ) نے یہ روایت بیان کرنے کے بعد (بطورِ تشریح یا بطورِ روایت) یہ اضافہ لکھا ہے:

''الحق و أهله'' یعنی سوادِ اعظم سے مراد حق اور اہلِ حق ہیں۔

دیکھئے السنۃ لابن ابی عاصم (حدیث ۸۴)

۱۷۵) وعن أنس قال قال لي رسول اللّٰه ﷺ: ((يابني! إن قدرت أن تصبح و تمسي وليس في قلبك غش لأحدٍ فافعل.)) ثم قال: ((يا بني! و ذلك من سنتي ومن أحب سنتي فقد أحبني ومن أحبني كان معي فى الجنة.)) رواه الترمذي. (سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تمھارے لئے ممکن ہو کہ صبح وشام اس حالت میں گزارو اور تمھارے دل میں کسی کے لئے بُغض نہ ہو تو اس پر عمل پیرا رہو۔

پھر آپ نے فرمایا: اے بیٹے! اور یہ میری سنت میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اسے ترمذی (۲۶۷۸ وقال: ''حسن غریب'') نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کو امام ترمذی کے علاوہ طبرانی نے المعجم الصغیر (۳۲/۲، ۳۳) میں **مسلم بن حاتم الأنصاري عن محمد بن عبداللّٰه الأنصاري عن أبيه عن علي بن زيد ابن جدعان عن سعيد بن المسيب عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه** کی سند سے مطولاً بیان کیا ہے۔

علی بن زید بن جدعان کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر نے کہا:

''**ضعيف**'' (تقریب التہذیب: ۴۷۳۴)

یہ روایت بھی علی بن زید مذکور کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

١٧٦) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ :

((من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد.)) رواه .(؟)

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اُمت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اسے (بیہقی نے کتاب الزہد: ٢٠٧ میں) روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

بیہقی کے علاوہ اس روایت کو ابن عدی نے الکامل (٧٣٩/٢، دوسرا نسخہ ١٧٤/٣) میں الحسن بن قتیبہ المدائنی عن عبدالخالق بن المنذر عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

حسن بن قتیبہ کو ابن عدی نے ''**لا بأس به**'' قرار دیا ہے لیکن ابوحاتم الرازی اور جمہور محدثین نے اسے ضعیف و مجروح قرار دیا ہے لہٰذا یہ راوی ضعیف ہے۔

عبدالخالق بن المنذر: **لا يعرف** (یعنی اس کی توثیق نامعلوم) ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (٥٤٣/٢)

ان کے علاوہ ایک تیسری وجۂ ضعف بھی ہے لیکن یہ روایت ان دو علتوں کی وجہ سے ہی ضعیف و مردود ہے لہٰذا تیسری علت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

المعجم الاوسط للطبرانی (١٩٧/٦ ح ٥٤١٠) میں محمد بن صالح العدوی (؟): **حدثنا عبدالمجيد ابن عبدالعزيز عن أبيه عن عطاء عن أبي هريرة رضي الله عنه** کی سند سے ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((التمسك بسنتي عند فساد أمتي له أجر شهيد)) میری اُمت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے کو ایک شہید کا اجر ملے گا۔

(ومن طریقہ رواہ ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء ٢٠٠/٨)

اس روایت میں محمد بن صالح راوی مجہول ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ہیثمی نے کہا:

''ولم أر من ترجمه'' اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کے حالات لکھے ہوں۔

(مجمع الزوائد ۱۷۲/۴)

اس سند میں عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد ضعیف راوی ہے جسے جمہور نے ضعیف قرار دیا۔ دیکھئے میری کتاب تحفۃ الاقویاء (۲۴۲) اور الفتح المبین (ص ۵۵)

حافظ ابن حجر نے اسے مدلسین کے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔ (طبقات المدلسین ۳/۸۲)

معلوم ہوا کہ یہ سند بھی ضعیف ہے۔

بعض لوگ شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیقات پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ البانی صاحب نے ان دونوں روایتوں کو ضعیف ہی قرار دیا ہے۔

دیکھئے الضعیفہ (۳۲۶، ۳۲۷) اور ضعیف الترغیب والترہیب (۳۶/۱ ح ۳۰، ۳۱) یعنی جمع تفریق کر کے اس روایت کو حسن لغیرہ بنانا غلط ہے۔ والحمد للہ

محرم کے مسائل

عبدالقیوم سیال

① محرم حرام مہینوں میں سے ہے۔ اس میں جنگ وقتال کرنا حرام ہے اِلا یہ کہ مسلمانوں پر کافر حملہ کر دیں، حملے کی صورت میں مسلمان اپنا پورا دفاع کریں گے۔ (صحیح بخاری: ۱۷۴۲)

② بعض لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ''محرم میں شادی نہیں کرنی چاہئے'' اس بات کی شریعتِ اسلامیہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔

③ خاص طور پر محرم ہی کے مہینے میں قبرستان جانا اور قبروں کی زیارت کرنا، قبروں کو لیپنا پوتنا یا تجدید کرنا کتاب وسنت سے ثابت نہیں، یاد رہے کہ آخرت وموت کی یاد، اموات کے لئے دعا کرنا ہر وقت بغیر کسی تخصیص کے اور قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے بشرطیکہ تمام بدعتی امور سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

④ محرم میں کالا لباس پہننا اور اسے لباس الحزن قرار دینا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔

⑤ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کربلاء میں مظلومانہ شہید کئے گئے، ان کی شہادت پر شور مچانا، آہ وبکا، سینہ کوبی، ماتم، گریبان پھاڑنا اور منہ وغیرہ پیٹنا یہ سب حرام کام ہیں۔

توضیح الاحکام | حافظ زبیر علی زئی

رسول اللہ ﷺ پر درود اور فرشتوں کا اسے پہنچانا

سوال: ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ بے شک اللہ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے، جب میری اُمت میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھے گا تو یہ فرشتہ مجھے کہے گا: اے محمد! فلاں شخص کے فلاں بیٹے نے اس وقت آپ پر درود بھیجا ہے۔

اس روایت کو شیخ البانی نے اپنی مشہور کتاب السلسلۃ الصحیحۃ میں ذکر کیا ہے۔
(ج۴ص۴۳ح ۱۵۳۰)

کیا یہ روایت صحیح ہے؟ (راحیل شاہ، برطانیہ)

الجواب:

شیخ محمد ناصر الدین الالبانی نے اس روایت کی دو سندیں پیش کی ہیں:

① **''عن محمد بن عبداللّٰه بن صالح المروزي: حدثنا بكر بن خداش عن فطر بن خليفة عن أبى الطفيل عن أبى بكر الصديق رضي اللّٰه عنه مرفوعًا أي عن رسول اللّٰه ﷺ''** (بحوالہ الدیلمی ۱/۱/۳۱، الصحیحۃ ۴/۴۴)

اس سند میں محمد بن عبداللہ بن صالح مجہول ہے، جس کے بارے میں البانی صاحب نے خود لکھا: ''**لم أعرفه**'' میں نے اسے نہیں پہچانا۔ (الصحیحۃ ص۴۴)

دوسرے یہ کہ محمد بن عبداللہ تک محدث دیلمی کی سند نامعلوم ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ سند ثابت نہیں ہے۔

② **نعيم بن ضمضم عن عمران بن الحميري عن عمار بن ياسر رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ: ((إن للّٰه ملكاً أعطاه أسماع الخلائق فهو قائم**

علی قبري إذا مت، فلیس أحد یصلي علي صلوٰة إلا قال: یا محمد! صلّی علیك فلان بن فلان .... إلخ

اللہ نے ایک فرشتے کو مخلوقات کی سماعتیں عطا فرمائی ہیں جو میری وفات کے بعد میری قبر پر کھڑا ہوگا پھر جو کوئی مجھ پر ایک درود پڑھے گا تو وہ کہے گا: اے محمد! فلاں کے فلاں بیٹے نے آپ پر درود پڑھا ہے۔ الخ

(بحوالہ ابوالشیخ بن حیان والطبرانی وغیرہما عن القول البدیع للسخاوی ص ۱۱۲، الصحیحہ ۴/۴۴)

اس سند کا راوی نعیم بن ضمضم مجہول ہے، جسے ہمارے علم کے مطابق کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ دیکھئے لسان المیزان (۶/ ۱۶۹، طبعہ جدیدہ ۷/ ۲۱۳)

اس سند کا دوسرا راوی عمران بن الحمیری مجہول الحال ہے جسے سوائے ابن حبان کے کسی نے بھی ثقہ نہیں قرار دیا۔ دیکھئے لسان المیزان (۴/ ۳۴۵، دوسرا نسخہ ۵/ ۲۶۴)

امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۶/ ۴۱۶) میں یہ روایت ذکر کر کے ''**لا یتابع علیه**'' کہہ کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

مجہول راویوں کی ان دو سندوں کے بارے میں البانی صاحب نے لکھا:

''**فالحدیث بهذا الشاهد وغیره مما في معناه حسن إن شاء اللّٰه تعالیٰ**''

پس اس شاہد وغیرہ سے یہ حدیث ان شاء اللہ تعالیٰ حسن ہے۔ (الصحیحہ ۴/ ۴۵) !

عرض ہے کہ یہ روایت ان دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف ومردود ہی ہے اور مجہول راویوں کی روایتیں مردود ہوتی ہیں نہ کہ ضعیف + ضعیف کے خودساختہ کلیّے کے ذریعے سے انھیں حسن قرار دیا جائے۔!

دوسرے یہ کہ یہ ضعیف روایت اُس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**إن للّٰه ملائکة سیّاحین فی الأرض یبلّغونّي من أمّتي السلام**)) بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں، وہ مجھے اپنی اُمت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

(سنن النسائی ۳/۴۳ ح ۱۲۸۳، وھو حدیث صحیح، مسند احمد ۱/۳۸۷، ۴۵۲، فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ للامام إسماعیل القاضی: ۲۱ وسندہ صحیح، وصححہ ابن حبان، الاحسان: ۹۱۰، دوسرا نسخہ: ۹۱۴، والحاکم ۲/۴۲۱ ح ۳۵۷۶ ووافقہ الذہبی)

ایک اعتراض: اس کی سند میں سفیان ثوری مدلس ہیں۔

جواب: امام اسماعیل بن اسحاق القاضی نے فرمایا:

"حدثنا مسدد قال: ثنا يحي عن سفيان: حدثني عبدالله بن السائب عن زاذان عن عبدالله - هو ابن مسعود عن النبي ﷺ قال: ((إن لله ملائكة سيّاحين يبلّغوني من أمتي السلام.))" (فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ ص ۱۱ ح ۲۱ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام سفیان ثوری نے سماع کی تصریح کر دی ہے اور دوسرے یہ کہ سلیمان بن مہران الاعمش (ثقہ مدلس) نے اُن کی متابعت کر رکھی ہے۔

دوسرا اعتراض: اس کی سند میں زاذان راوی شیعہ ہے۔

جواب: زاذان ابوعمر کا شیعہ ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ حافظ ابونعیم الاصبہانی نے زاذان کو اہلِ سنت کے اولیاء میں شمار کیا ہے۔

دیکھئے حلیۃ الاولیاء (۴/۱۹۹۔۲۰۴) اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱۴ ص ۲۵

جمہور محدثین نے انھیں ثقہ وصدوق قرار دیا ہے لہٰذا زاذان مذکور پر ہر قسم کی جرح مردود ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون "الیاقوت والمرجان فی توثیق اَبی عمر زاذن" والحمدللہ

(۳/نومبر ۲۰۰۸ء)

خطبۂ جمعہ کے دوران میں اشعار پڑھنا؟

سوال: خطبۂ جمعہ میں (دورانِ تقریر) اشعار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(تنویر سلفی، ضلع ایبٹ آباد)

الجواب: اگر اشعار صحیح ہوں، کتاب وسنت کے مطابق ہوں تو انھیں خطبہ وغیرہ میں پڑھنا جائز ہے۔ [شہادت، اکتوبر ۲۰۰۱ء]

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کا ایک اصول

اور تکذیبِ حدیثِ رسول

فرقہ مسعودیہ: نام نہاد جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے بانی مسعود احمد بی ایس سی صاحب نے ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۷۵ء کو دوسری مرتبہ اپنے فرقہ کی بنیاد رکھی اور پھر اس کے متعلق طرح طرح کے دعوے کئے، مثلاً اسے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جماعت قرار دیا۔

(دیکھئے جماعت المسلمین کے متعلق غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ ص۲)

اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود ساختہ بشارت بناتے ہوئے لکھا:

''جماعت المسلمین کو بشارت'' (ہمارا نام صرف ایک ص ۷)

اور اپنی بنائی ہوئی اس جماعت کے بارے میں اس قدر غلو اور تعصب کا شکار ہوئے کہ اس میں شامل نہ ہونے والے جمیع اہلِ اسلام کو ''فرقے'' قرار دے کر انھیں امتِ مسلمہ سے خارج قرار دے کر لکھا:

''غلط فہمی: جماعت المسلمین اور تمام فرقے امت مسلمہ میں شامل ہیں۔

ازالہ: امت میں تو بے شک شامل ہیں لیکن امتِ مسلمہ میں شامل نہیں۔''

(وقار صاحب کا خروج ص۶)

دیکھئے کس قدر بے باکی سے اپنے قائم کردہ فرقے کے علاوہ بقیہ تمام لوگوں کی امتِ مسلمہ میں شمولیت کی نفی کر دی اور بیک جنبشِ قلم اپنی پارٹی کے علاوہ پوری کی پوری امتِ اجابت کو امتِ مسلمہ سے خارج قرار دے دیا۔

حالانکہ امت میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو کفر و ضلالت اور شرک و بدعت سے کوسوں دور خالصتاً قرآن وسنت کو اپنا مطمحِ نظر بنائے ہوئے، پوری دلجمعی کے ساتھ اُس پر عمل پیرا ہیں

لیکن مسعود صاحب کے خود تراشیدہ، اُن کے ایجاد کردہ اصولوں کے مطابق ''وہ اُمتِ مسلمہ میں شامل نہیں'' ان کے فتاویٰ جات اور اصولوں کی روشنی میں غور کیا جائے تو گذشتہ چودہ صدیوں میں خال خال ہی امتِ مسلمہ کا وجود ملتا ہے جو سرِ دست ہمارا موضوع نہیں۔

اس وقت تو ہمارا مقصود ان کے ایک ایسے اصول کا تذکرہ کرنا ہے جس سے مخبرِ صادق، امامِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک صحیح اور ثابت شدہ حدیث کی تکذیب وتغلیط لازم آتی ہے، نعوذ باللہ وہ جھوٹ ثابت ہوتی ہے۔!!

راقم الحروف کئی بار یہ اشکال مسعود صاحب کی زندگی میں، اس کے بھیانک نتائج کے ساتھ مسعود احمد صاحب کے سامنے عرض کر چکا ہے۔ لیکن وہ نہ تو اس کا کوئی معقول حل پیش کر سکے اور نہ اپنے اس خطرناک اصول کا انکار کیا حتیٰ کہ ان کی موت کے بعد آج تک ان کا یہ اصول ان کی تحریرات میں جوں کا توں شائع ہوتا چلا آ رہا ہے۔

اُن کے بعد اُن کی جماعت کے کئی ایک سرکردہ لوگوں کے سامنے بھی یہ بات رکھی لیکن محض الفاظ میں حق بات کی پیروی کا بہت زیادہ پرچار کرنے والے، اپنی حق پرستی کا دم بھرنے والے کبھی حق بات ماننے کے لئے تیار ہوئے اور نہ اس خطرناک اصول کے انکار پر آمادہ ہوئے۔ (الا ماشاء اللہ)

بلکہ اپنے بانیٔ فرقہ کے دفاع میں مختلف حیلے بہانے اور رکیک و باطل تاویلات کا سہارا لیا اور اپنے بانی امام مسعود صاحب کے اس اصول کو سینے سے لگائے رکھا۔ گویا عملاً رسول اللہ ﷺ کے صحیح ثابت شدہ فرمان کی تکذیب وتغلیط تو برداشت کر گئے لیکن اس فرمان سے ٹکرانے والے اور اس کے نتیجہ میں مسعود صاحب کے باطل ثابت ہونے والے اصول کو غلط اور باطل تسلیم نہیں کیا، یقیناً بلا شک وشبہ یہ رویہ غلط اور متکبرانہ ہے۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((الکبر بطر الحق و غمط الناس))

تکبر یہ ہے کہ حق بات کو جھٹلایا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔ (صحیح بخاری: ۹۱)

سطورِ ذیل میں ہم بطور نصیحت وخیر خواہی ان کے اس ''اصول'' کی حقیقت عرض کریں گے

اس دعا کے ساتھ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو حق بات قبول کرنے ، اپنانے اور اس کے برملا اظہار کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

وہ اصول کیا ہے؟ ملاحظہ کیجئے ، مسعود صاحب نے لکھا ہے:

''لغوی اعتبار سے فرقہ آپ جسے چاہے کہہ لیں ،لیکن اصطلاحی لحاظ سے فرقہ وہ ہے جس نے اصل راستہ سے افتراق کیا ، اپنے مذہب کے لئے علیحدہ اصول وفروع بنائے ، اپنی کتابیں علیحدہ بنالیں ۔ اپنا فرقہ وارانہ نام بھی علیحدہ رکھ لیا'' (فرقوں سے علیحدگی ضروری ہے ص۲)

اسی طرح مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''فرقہ تو علیحدہ امتیازی فرقہ وارانہ نام سے بنتا ہے ، اس کے نظریات بھی ''جماعت المسلمین'' سے نکلنے کے بعد ملحدانہ ، باغیانہ ، مشرکانہ ، کافرانہ اور جماعت المسلمین کے نظریات کے خلاف ہوتے ہیں ۔ ہمارا فرقہ نہ جماعت المسلمین یا الجماعۃ سے نکلا ، نہ اس کے عقائد بدلے اور نہ اس نے اپنا نام بدلا'' (الجماعۃ ص۶۰)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''نہ جماعت کا فرقہ وارانہ نام ہے نہ فرقہ وارانہ امام ہے اور نہ مذہب ، پھر یہ فرقہ کیسے ہوئی''
(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص۳۶ شائع کردہ ۱۴۱۶ھ)

اسی کتابچہ میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''دینی جماعت وہ نہیں جو فتوؤں اور قیاسوں پر چلتی ہو اور جس نے نام بھی اپنا خود رکھا ہو ایسی جماعت کو دینی جماعت ہرگز نہیں کہا جا سکتا ۔'' (ایضاً ص۳۵)

ان اقتباسات پر غور کیجئے تو واضح ہوگا کہ مسعود صاحب کے نزدیک جن باتوں کی وجہ سے ''اصطلاحی فرقہ'' بن جاتا ہے اُن میں دیگر وجوہات کے علاوہ ایک وجہ ''نام'' رکھنا بھی ہے اور پھر محض نام رکھنے سے بھی ان کے ہاں ''فرقہ'' بن جاتا ہے ، خواہ کسی کو فرقہ وارانہ امام نہ بھی بنایا گیا ہو اور نہ قرآن وحدیث سے ہٹ کر اپنا کوئی منہج بنایا ہو لیکن محض نام رکھ لینے ہی سے وہ گروہ فرقہ بن جاتا ہے ۔

اپنے اسی تراشیدہ وخودساختہ ''اصول'' کی بنا پر مسعود صاحب اور ان کے قائم کردہ فرقے کے لوگ ''اہلِ حدیث'' کو بھی اصطلاحی فرقہ قرار دیتے ہیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ لوگ نہ تو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کو واجب الاتباع امام مانتے ہیں، نہ وہ کسی امام کے مقلد ہیں اور نہ قرآن وحدیث سے ہٹ کر ان کا کوئی خاص مذہب ہے۔ لیکن ان کے زعم کے مطابق یہ لوگ اہلِ حدیث نام رکھ کر اصل راستہ سے افتراق کرکے فرقہ بن گئے ہیں۔!

قصہ مختصر کہ مسعود صاحب کے نزدیک محض کوئی لقب یا نام رکھ لینے سے بھی فرقہ بن جاتا ہے اور یہی ان کا اور ان کی بنائی ہوئی جماعت کا نظریہ ہے، جواُن کے لٹریچر میں تادمِ تحریر موجود ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم ان کے اس اصول کا ابطال کریں، بطورِ جملہ معترضہ ایک بات عرض کرتے ہیں، وہ یہ کہ مسعود صاحب کا یہ دعویٰ ہے:

''ہم تو صرف وہی کہتے ہیں جو قرآن مجید اور حدیث میں ہے، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے''

(امیر کی اطاعت ص۲۹)

سوال صرف اتنا ہے کہ آپ نے جو یہ ''اصول'' بنایا کہ ''نام رکھنے سے بھی فرقہ بن جاتا ہے'' یہ بات قرآن مجید کی کس آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کس حدیث کا ترجمہ ہے؟ جواب دیتے وقت اپنے اس دعویٰ کو بھی مدنظر رکھئے گا کہ جس میں کہا گیا:

''جماعت المسلمین ہی وہ جماعت ہے جس کے پاس خالص دین ہے، اس میں کسی کے فتوے، اجتہاد، رائے اور قیاس کی آمیزش قطعاً نہیں ہے'' (جماعت المسلمین کا تعارف ص۴)

جب کسی کی بھی رائے، قیاس، اجتہاد کی آمیزش نہیں اور اگر واقعی نہیں تو خود مسعود صاحب کے بھی قیاس، اجتہاد ورائے کی آمیزش نہیں ہونی چاہئے۔ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ نہیں ہے تو پھر ان کے اس اصول کا، اس فتوے کا حوالہ قرآن وحدیث سے پیش کیجئے، اگر نہ کر سکے اور قطعاً نہ کر سکیں گے تو اپنے اس دعوے کا باطل ہونا تسلیم کیجئے یا اس سے دست بردار ہو جایئے۔ اب چلتے ہیں اصل موضوع کی طرف:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إن من قبلكم من أهل الكتاب افترقوا على ثنتين و سبعين ملة و إن هٰذه الملّة ستفترق على ثلاثٍ و سبعين: ثنتان و سبعون في النار و واحد في الجنة و هي الجماعة))

بے شک تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی بہتر جہنم میں اور ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ الجماعۃ ہے۔

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے شائع کردہ کتابچہ ''دعوتِ تحقیق'' میں اس حدیث کی تخریج کچھ اس طرح سے ہے:

''سنن ابی داوٗد، کتاب السنۃ / باب اج ۴ ص ۱۹۸ / ح: ۴۵۹۷، صحیح ابی داوٗد: ج ۳ / ص ۸۶۹ ح: ۳۸۴۳ وحسنہ البانی، مسند احمد، ج ۴ ص ۱۰۲، سنن دارمی، کتاب السیر باب ۷۵ ج ۲ ص ۱۵۸، ح: ۲۵۲۱، المستدرک، کتاب العلم ج ۱ ص ۱۲۸ وقال الحاکم وقد ساقہ عقب ابی ہریرۃ المتقدم: ھذہ اسانید تقام بھا الحجۃ فی تصحیح ھذا الحدیث ووافقہ الذہبی، مصابیح السنۃ، کتاب الایمان باب: ۵ ج ۱ ص ۱۶۱ ح: ۱۳۵.... وصححہ مسعود احمد'' (دعوت تحقیق ص ۱۹)

معلوم ہوا کہ خود مسعود احمد صاحب بھی اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے۔ ان کے کئی ایک کتابچوں میں یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔ اس حدیث میں بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ یہ بات موجود ہے کہ اہلِ کتاب ''بہتر'' فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور یہ امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ پیشین گوئی ہے۔

یہ صرف ہمارا ایمان و پختہ یقین ہی نہیں بلکہ ایک اٹل حقیقت بھی ہے کہ چودہ سو سال سے آج تک رسول اللہ ﷺ کی جتنی اور جو جو پیشین گوئیاں احادیثِ صحیحہ ثابتہ سے معلوم ہوئی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی پیش گوئی نہ غلط ثابت ہوئی نہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس عقیدہ رکھنے والا شخص مؤمن نہیں ہو سکتا، چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ اور یہ (نبی ﷺ) اپنی

طرف سے نہیں بولتے، وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔ (النجم:۳،۴)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات سنا کرتا اُسے یاد کر لینے کے ارادے سے لکھ لیا کرتا تھا، قریش کے بعض لوگوں نے مجھے اس عمل سے روکا اور کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہر بات نہ لکھا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں (بتقاضائے بشریت) آپ کبھی خوشی میں ہوتے ہیں اور کبھی ناراضی یا غصے میں ہوتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے اپنی (بابرکت) انگلی سے اپنی مبارک زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: **((اكتب فوالذي نفسي بيده! ما يخرج منه إلا حق))**

لکھو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرے منہ سے حق بات کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔ (سنن ابی داود: ۳۶۴۶، ورواہ الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۱۸۶ ح ۳۵۷، والنسخۃ القدیمہ ج ۱ ص ۱۰۴، وقال: ''ھذا حدیث صحیح الاسناد'' ووافقہ الذہبی)

لہٰذا کوئی ایمان والا تو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی ثابت شدہ کوئی ایک پیش گوئی بھی غلط ثابت ہو سکتی ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں لیکن رجسٹرڈ جماعت المسلمین کے بانی مسعود صاحب نے ''فرقے'' کی تعریف کے سلسلے میں جو موقف اپنایا، اُس سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ثابت شدہ پیش گوئی (معاذ اللہ) غلط ثابت ہوتی ہے۔

چونکہ ان کے اصول کے مطابق جس کسی نے چھوٹی بڑی کوئی پارٹی، تنظیم، جماعت، انجمن، بزم، اکیڈمی اور ادارہ وغیرہ بنایا، اُس کا کوئی نام رکھا، وہ ایک مستقل اصطلاحی فرقہ بن گیا، خواہ انکے عقائد ونظریات، اصول وفروع پہلے سے موجود کسی گروہ سے کلیتاً مطابقت رکھتے ہوں، دین کے تمام امور میں مکمل موافقت ہو، اُن کا ان معاملات میں کوئی اختلاف بھی نہ ہو لیکن محض مزاج کے اختلاف یا طریقہ کار کے اختلاف یا سیاسی وانتظامی امور میں اختلاف کی وجہ سے اپنی علیحدہ تنظیم یا تحریک بنا ڈالی اور اس کا ایک نام بھی رکھ لیا تو ہمارے نزدیک تفریق فی الملۃ کی وجہ سے وہ غلطی کا مرتکب ہوگا لیکن مسعود صاحب اور ان کی بنائی

ہوئی جماعت کے اصول کے مطابق وہ باقاعدہ مستقل ایک فرقہ بن جاتا ہے۔ عملاً بھی یہ لوگ اپنے اسی خودساختہ اصول پر قائم ہیں۔ اپنی پارٹی کی دعوت کو عام کرنے کے لئے ان کی طرف سے '' تلاشِ حق اور دینِ اسلام کی تحقیق کے لئے دینِ اسلام کی روشنی میں کچھ سوالات'' کے زیرعنوان ان کا ایک ہینڈ بل شائع ہوتا رہا پھر کافی عرصہ بعد معمولی تبدیلی کے ساتھ '' تلاشِ حق کے سلسلہ میں کچھ سوالات'' کے عنوان سے چند ورقی کتابچہ کی شکل میں شائع کیا۔ اس میں سنن ابی داود کی مذکورہ بالا تہتر فرقوں والی حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا ہے: ''سنن ابی داوٗد کی ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے تہتر (۷۳) حصوں میں تقسیم ہو جانے کی پیش گوئی فرمائی ہے اور یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ ان تہتر فرقوں میں بہتر جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور آگے فرمایا ''**وهي الجماعة**'' (اور وہ جماعت ہوگی) اس جنت میں جانے والی ''الجماعۃ'' سے مسلمانوں کے موجودہ فرقوں میں سے کونسا فرقہ مراد ہے؟ '' (تلاشِ حق کے سلسلے میں کچھ سوالات ص۴ ہینڈ بل ص۲)

اس سوال کے بعد مختلف تنظیموں کے چند نام دیئے ہوئے ہیں جن میں کئی کئی نام ایک ہی مکتبۂ فکر کی مختلف تنظیموں کے ہیں۔ سب سے پہلے جن چھ (۶) ناموں کا ذکر ملتا ہے انھیں ملاحظہ کیجئے:

(۱) جماعت اہلحدیث (۲) جمعیت اہلحدیث
(۳) مرکزی جمعیت اہلحدیث (۴) جماعتِ شبان اہلحدیث
(۵) جماعت انجمن اہلحدیث (۶) جماعت غرباء اہلحدیث

اب دیکھئے یہ چھ تنظیمیں اہلحدیث کی ہیں لیکن مسعود صاحب اور ان کی جماعت کے لوگوں نے اُسے چھ علیحدہ علیحدہ مستقل فرقے شمار کیا اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ سوال پوچھا کہ اس جنت میں جانے والی '' الجماعۃ'' سے مسلمانوں کے موجودہ فرقوں میں سے کونسا فرقہ مراد ہے؟

حالانکہ اصل وحقیقت کے اعتبار سے یہ چھ کی چھ تنظیمیں ایک ہی جماعت ہے نہ کہ چھ

علیحدہ علیحدہ مستقل فرقے۔لیکن رجسٹرڈ جماعت نے انھیں اپنے اصول کے مطابق چھ مستقل فرقے باور کرانے کے لئے علیحدہ علیحدہ شمار کیا اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق پوچھا کہ ان میں سے جنت میں جانے والی ''الجماعۃ'' کونسی ہے؟ حالانکہ اپنی اصل وحقیقت کے اعتبار سے یہ ایک ہی جماعت ہے نہ کہ چھ مستقل ومختلف فرقے۔

ایک اشکال اور اُس کا جواب: اب کسی کے ذہن میں یہ اشکال آ سکتا ہے کہ جب یہ علیحدہ علیحدہ تنظیمیں ہیں، ان کے امراء علیحدہ علیحدہ ہیں، تنظیمی ڈھانچہ وامور علیحدہ ہیں تو پھر یہ سب مل کر ایک ہی جماعت کس طرح ہوئے؟

جواب: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امتِ مسلمہ واضح طور پر دو بڑے حصوں میں بٹ گئی۔خود مسعود صاحب بھی اس کے معترف رہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے (لیکن حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا دینے کے سلسلہ میں اختلاف کی صورت پیدا ہوگئی، یہ اختلاف بھی درحقیقت اُسی سازش کا کارنامہ تھا جو اسلامی حکومت کو تباہ کرنے کے لئے کی گئی تھی)

حضرت علی کا خلوص اور اختلاف سے کراہت: ''حضرت علیؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے امراء اور قاضیوں کو ہدایت کی کہ جس طرح تم اب تک فیصلہ کرتے رہے ہو کیونکہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں (اختلاف ختم کرنا میری سب سے اہم ذمہ داری ہے اور میں اسی کوشش میں لگا رہوں گا) یہاں تک کہ تمام لوگ ایک جماعت بن جائیں یا میں (اسی کوشش وجدوجہد میں) مر جاؤں جس طرح میرے ساتھی مر گئے''

(تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۷۶۸)

اور پھر یہ تو معلوم ومعروف اور مشہور بات ہے کہ ان میں صلح کی کوششیں کامیاب نہ ہوئیں یہاں تک کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب زمامِ خلافت سیدنا ومحبوبنا حسن رضی اللہ عنہ نے سنبھالی پھر صلح ہوئی۔مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے، خلیفہ ہونے کے کچھ عرصہ بعد وہ ایک بڑے

لشکر کے ساتھ حضرت معاویہؓ کی طرف چلے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے (جب اس لشکر کو دیکھا تو) حضرت معاویہؓ سے کہا ''میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جب تک وہ اپنے حریفوں کو قتل نہ کر لیں پیٹھ نہ پھیریں گے (کیونکہ ان کا مقصد ہی قتل وخونریزی ہے، فتنہ و فساد برپا کرنا ہے جیسا کہ وہ اس سے پہلے مختلف مقامات مثلاً جمل وصفین میں کر چکے ہیں)''

حضرت معاویہ نے کہا ''اے عمروؓ اگر ان لوگوں نے اُن لوگوں کو قتل کر ڈالا اور اُن لوگوں نے ان کو قتل کر ڈالا تو پھر میرے پاس رعایا کا انتظام کرنے والا کون باقی رہے گا، ان کی عورتوں کا انتظام کون کریگا، ان کے مالوں کا انتظام کون کرے گا۔ حضرت عمروؓ نے کہا میں (کر سکتا ہوں لیکن صلح بہتر ہے) حضرت معاویہؓ نے دو قرشی آدمیوں کو.... بلایا اور اُن سے کہا تم جا کر حضرت حسنؓ سے صلح کی بات چیت کرو اور انہیں صلح کی دعوت دو، وہ دونوں حضرت حسنؓ کے پاس گئے اور اُن سے بالمشافہ گفتگو کی اور انہیں صلح کی دعوت دی۔ حضرت حسنؓ نے کہا: 'ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں (ہمیں تو مال کی خواہش نہیں) ہم نے تو اس مال سے تکلیف ہی اٹھائی ہے لیکن یہ جماعت خونریزی میں مبتلا ہو چکی ہے....اُن دونوں نے کہا معاویہؓ تو آپ سے صلح چاہتے ہیں اور آپ سے اس کی درخواست کرتے ہیں.... حضرت حسنؓ نے کہا اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ ان دونوں نے کہا: ''ہم آپ کے سامنے اس کے ذمہ دار ہیں'' اس کے بعد حضرت حسن نے جو شرط بھی رکھی ان دونوں نے (اس کو منظور کر لیا اور) کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں، الغرض حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی اور اسی طرح حضرت حسنؓ کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی پوری ہوئی کہ ''اللہ اس کے ذریعے مسلمین کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دیگا '' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۸۷۷ تا ۹۷۷)

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نیز بقولِ مسعود صاحب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ میں اس کوشش میں لگا رہوں گا یہاں تک کہ لوگ ایک جماعت بن جائیں۔ واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف تھا اور یہ دو جماعتوں میں تقسیم تھے لیکن دونوں ہی حق پر تھے۔

پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا بیٹا یزید برسرِ اقتدار آیا، اُس نے حکومت سنبھال لی، اہلِ شام نے یزید کی بیعت کر لی لیکن حجاز مقدس میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی گورنمنٹ کو تسلیم نہیں کیا اور اپنی خلافت کا اعلان فرما دیا، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن کی بیعت کر لی، اس طرح امتِ مسلمہ دو بڑی جماعتوں میں بٹ گئی۔

اس سلسلہ میں مسعود صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''حضرت یزیدؒ کے زمانہ کا دوسرا اہم واقعہ واقعہ حرّہ ہے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کیا۔ اہل مدینہ میں سے (بعض لوگوں نے) حضرت یزیدؒ کی بیعت توڑ دی (اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ بنانا چاہا) ابن حنظلہ نے (حضرت یزید کے خلاف) بیعت لینی شروع کی۔'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۷۹۰)

مسعود صاحب مزید لکھتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حامیوں نے مدینہ منورہ میں حضرت یزیدؒ کے خلاف بغاوت کی اور حرّہ کا واقعہ پیش آیا، باغیوں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ (اس کے بعد حضرت یزیدؒ) کی فوجوں نے مکہ معظّمہ کا رُخ کیا حضرت ابن زبیرؓ کے حامیوں سے شامی فوج کا مقابلہ ہوا، اس مقابلہ میں بیت اللہ جل گیا، اور اس کی عمارت کو کافی نقصان پہنچا (اس سرسری مقابلہ کے بعد شامی فوج واپس چلی گئی) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کعبہ کو اُسی حال میں رہنے دیا تا کہ جو لوگ حج کو آئیں وہ بھی اپنی آنکھوں سے کعبہ کی بے حرمتی دیکھ لیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ارادہ یہ تھا کہ لوگوں کی آزمائش کریں (کہ ان میں کتنی ایمانی حمیت ہے) اس طریقہ سے وہ لوگوں کو اہل شام کے خلاف جرأت دلانا چاہتے تھے...'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۷۹۲)

افسوس کہ یزیدی لشکر نے مکہ پر حملہ کیا، ان کے سیاہ کرتوتوں کے نتیجہ میں کعبہ جل گیا، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ اسے اسی طرح رہنے دیا تا کہ لوگ اپنی آنکھوں سے یزیدی لشکر کے ظلم و بربریت و اسلامی حمیت کے فقدان کا مشاہدہ کر لیں اور ان کی ایمانی حمیت جاگے، وہ ان سے نفرت کریں لیکن مسعود صاحب پر یزیدی محبت ایسی غالب و حاوی

رہی کہ ایمانی حمیت بیدار نہ ہوئی، کعبہ جل گیا، بیت اللہ کی حرمت پامال ہوئی، اس کی بے حرمتی ہوئی لیکن مسعود صاحب بین القوسین اپنے محبوب یزیدی لشکر کے دفاع میں یہ وضاحت فرماتے ہیں کہ ''اس سرسری مقابلہ کے بعد شامی فوج واپس چلی گئی''

اس وضاحتی جملہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسعود صاحب اور ان کی پارٹی کو شعائر اللہ سے کتنی محبت ہے اور یزید و یزیدی لشکر سے کس قدر؟!

افسوس کعبہ جل گیا لیکن مقابلہ سرسری ہی رہا۔ !! إنا للّٰه و إنا إليه راجعون

(نوٹ: یزید کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے الاستاذ المحترم الشیخ ابو جابر عبداللہ دامانوی صاحب حفظہ اللہ کی کتاب ''دعوتِ قرآن و حدیث کے نام پر قرآن و حدیث میں تحریف'' ملاحظہ کیجئے۔)

اسی طرح مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''(حضرت یزیدؒ کی وفات کے بعد) ابن زیاد اور مروان شام پہنچے، قراء یعنی خارجی بصرہ پہنچے اور حضرت ابن زبیرؓ مکہ پر قابض ہو گئے (ان حالات میں جبکہ حکومت ایک شخص کے ہاتھ میں نہیں رہی تھی حضرت ابن زبیرؓ نے امت کی بہبودی کے خیال سے حکومت خود سنبھالنے کا ارادہ کر لیا، انہوں نے حضرت مروان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور اسی بنیاد پر) انہوں نے حضرت عبدالملک کی بیعت نہیں کی بلکہ اپنی (خلافت کا اعلان کر دیا اور) بیعت لینی شروع کی۔'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۷۹۸)

اب دیکھیں! سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ و مدینہ پر حکومت کی، ان کی حکومت اور ان کے بیعت کرنے والے علیحدہ تھے۔ یزید، مروان اور عبدالملک بن مروان اپنے اپنے دورِ حکومت میں علیحدہ علیحدہ تھے، ان کی بیعت کرنے والوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، کوئی اہلِ ایمان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ دو علیحدہ علیحدہ جماعتیں ہونے کی بنا پر کافر و مشرک ہو گئے تھے، نعوذ باللہ ان میں سے ایک جماعت اسلام پر اور دوسری صریح کفر پر تھی، نہیں دونوں میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقیناً حق والی جماعت میں شامل تھے، درحقیقت ایک ہی جماعت تھے، چونکہ انکے عقائد و نظریات ایک ہی تھے، اس سے اس اشکال کو سمجھنے میں کافی مدد مل سکتی

ہے کہ تنظیمی ڈھانچوں کے علیحدہ ہو جانے سے یا علیحدہ علیحدہ نظم و نسق قائم کرنے سے دو فرقے نہیں بن جاتے، جب تک عقائد و نظریات علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائیں۔ چونکہ ہر دو گروہوں میں شامل صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کو علیحدہ علیحدہ جماعتیں اور امتیں نہیں سمجھا، نہ ''فرقہ بندی کفر شرک ہے'' کا فتویٰ لگا کر ایک دوسرے سے اعتزال و علیحدگی کا حکم دیا۔

اس طرح کی بات کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی نہیں ملتی تو گویا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور آخری عمر میں مسعود صاحب بھی اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حجیت کے قائل ہو گئے تھے جیسا کہ انھوں نے لکھا:

''کسی دینی فعل پر اجماعِ صحابہ بھی حجت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کے فعل کا سرچشمہ ایک ہے اور وہ سرچشمہ سنت ہی ہو سکتی ہے۔ ''وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ'' اور جنھوں نے مہاجرین اور انصار کی خوبصورتی یا خلوص کے ساتھ پیروی کی (توبہ)

اس سے اجماعِ صحابہ پر استدلال ہو سکتا ہے۔'' (وقار علی صاحب کا خروج ص ۷)

اشکال اور اس کے جواب کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں کہ مسعود صاحب کے نزدیک نام رکھنے سے ہی ایک علیحدہ مستقل فرقہ بن جاتا ہے، خواہ عقائد و نظریات ایک ہی ہوں۔ اپنے اسی اصول کے مطابق وہ فیصلے فرماتے تھے اور اپنے مخالفین پر حجت قائم کرتے تھے۔ اب دیکھئے، برصغیر پاک و ہند میں دو گروہ حنفی ہونے کے مدعی ہیں:

(۱) دیوبندی گروہ (۲) بریلوی گروہ

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے اس کتابچہ اور پمفلٹ میں ہر دو گروہوں کی مختلف تنظیموں کو علیحدہ علیحدہ فرقے شمار کیا گیا ہے مثلاً دیکھئے:

''(۸) تبلیغی جماعت (۱۱) اشاعت التوحید والسنہ

(۱۲) جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ (۱۳) جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ

(۱۸) انجمن سپاہ صحابہ (۲۰) دیوبندیوں کی حیاتی عقیدہ کی حامل جماعت

(۲۱) دیوبندیوں کی مماتی عقیدہ کی حامل جماعت'' (تلاشِ حق کے سلسلے میں کچھ سوالات ص ۵)

فہرستِ بالا میں صرف ایک دیوبندی فرقے کو سات (۷) علیحدہ علیحدہ فرقے شمار کیا گیا ہے، حالانکہ عقائد ونظریات، اصول وفروع کے اعتبار سے یہ سب ایک ہی فرقہ بنتے ہیں نہ کہ سات (۷) علیحدہ علیحدہ فرقے۔

اس کے بعد بریلوی فرقے کی تنظیمیں کچھ اس طرح تحریر ہوئی ہیں:

(۱۴) جمعیت علماء پاکستان نورانی گروپ (۱۵) جمعیت علماء پاکستان نیازی گروپ
(۱۶) جماعت منہاج القرآن (۲۹) مختلف گدی نشینوں کی مختلف جماعتیں (ایضاً ص ۵)

ویسے تو رجسٹرڈ جماعت کی اس فہرست میں صرف بریلوی فرقے کی چار مختلف تنظیموں کو چار علیحدہ علیحدہ فرقے قرار دیا گیا ہے اور پھر آخر میں جو لکھا: ''مختلف گدی نشینوں کی مختلف جماعتیں'' بلا مبالغہ ہزار ہا مزارات ہیں اور انکے ہزاروں گدی نشین تو اسطرح ان گدی نشینوں کی ہزاروں جماعتیں ہوئی۔ گویا جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے اس خود ساختہ اصول کے مطابق ایک بریلوی فرقہ کے ہی ہزاروں مستقل وباقاعدہ فرقے ہیں۔

اس بحث واعداد وشمار کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام ان کے اس اصول کو بخوبی سمجھ لیں کہ رجسٹرڈ جماعت کے ہاں اگرچہ مختلف تنظیموں کے عقائد ونظریات، اصول ایک ہی ہوں لیکن مختلف مقاصد یا وجوہات (خواہ وہ درست ہوں یا غلط) کی بنیاد پر بننے والے مختلف فرقوں کی مختلف تنظیمیں یا ان کی ذیلی تنظیمیں ''علیحدہ نام رکھ لینے کی وجہ سے'' علیحدہ و مستقل فرقے ہیں۔ ان کے اس ''نام رکھ لینے'' والے اصول پر تو امت میں بے شمار فرقے بن جائیں گے، ہم بطور ثبوت (بطورِ الزام) چند نام پیش کئے دیتے ہیں:

اہلِ حدیث کے ''فرقے'':

(۱) جماعتِ اہلحدیث (۲) جمعیت اہل حدیث
(۳) مرکزی جمعیت اہلحدیث (۴) متحدہ جمعیت اہلحدیث
(۵) جماعت انجمن اہلحدیث (۶) جماعتِ اہلحدیث پاکستان

(۷) جمعیت اہلحدیث سندھ
(۸) جمعیت علماء اہلحدیث
(۹) جماعت مؤتمر اہلحدیث
(۱۰) جماعت مجاہدین پاکستان
(۱۱) مرکز الدعوۃ والارشاد
(۱۲) حرکۃ الدعوۃ والجہاد
(۱۳) انصار السنۃ المحمدیہ
(۱۴) تنظیم طلباء سلفیہ
(۱۵) اہلحدیث یوتھ فورس
(۱۶) اہلحدیث اسٹوڈنٹس فیڈریشن
(۱۷) طلباء مرکز الدعوۃ والارشاد
(۱۸) سلفی تحریک
(۱۹) تبلیغی جماعت اہلحدیث
(۲۰) جمعیت اہلحدیث ٹرسٹ کراچی
(۲۱) صراط مستقیم ویلفیئر ٹرسٹ
(۲۲) جماعۃ الدعوۃ
(۲۳) طلباء جماعۃ الدعوۃ
(۲۴) لشکر طیبہ کشمیر
(۲۵) تحفظ ناموس رسالت تحریک
(۲۶) تحفظ حرمتِ قرآن تحریک
(۲۷) تحریک محمدی
(۲۸) جمعیت نوجوانان اہلحدیث
(۲۹) جماعۃ الدعوۃ الی القرآن والسنہ
(۳۰) تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنہ
(۳۱) حزب المسلمین کیاڑی
(۳۲) اخوان حزب اللہ کیاڑی
(۳۳) مرکز الدعوۃ السّلفیہ
(۳۴) تنظیم اہلحدیث
(۳۵) تحریک نفاذ قرآن وسنت
(۳۶) تحریک نفاذ شریعت محمدی (!)
(۳۷) متحدہ اہلحدیث کونسل
(۳۸) تحریک اہل حدیث
(۳۹) غرباء اہلحدیث
(۴۰) شبان اہلحدیث
(۴۱) تحریک المجاہدین
(۴۲) اہلحدیث سپریم کونسل

واضح رہے کہ ان میں سے بہت سی تنظیموں کا اب وجود ہی نہیں رہا جیسے (۱) اہلحدیث سپریم کونسل (۲) تحریک محمدی (۳) تحریک نفاذ قرآن وسنت (۴) سلفی تحریک کراچی (۵) مؤتمر اہلحدیث (۶) حزب المسلمین (۷) اخوان حزب اللہ (۸) مرکز الدعوہ والارشاد (۹) طلباء مرکز الدعوۃ والارشاد (۱۰) تنظیم اہلحدیث

(۱۱) حرکۃ الدعوۃ والجہاد وغیرہ اور بعض تنظیمیں بعض تنظیموں کی ذیلی تنظیمیں ہیں جیسے اہلحدیث یوتھ فورس مرکزی جمعیت اہلحدیث کی یوتھ ونگ اور اہلحدیث اسٹوڈنٹس فیڈ ریشن اس کی اسٹوڈنٹس ونگ ہے۔اسی طرح بعض دیگر کا معاملہ ہے۔واللہ اعلم

دیوبندی فرقے:

(۱) جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ (۲) جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ
(۳) جمعیت علماء اسلام سمیع الحق گروپ (۴) تبلیغی جماعت
(۵) حرکۃ المجاہدین (۶) حرکۃ الانصار (۷) حرکۃ الجہاد الاسلامی
(۸) جیش محمد ﷺ (۹) سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم (۱۰) ملتِ اسلامیہ
(۱۱) انجمن خدام الدین (۱۲) سنی مجلس عمل (۱۳) جماعت اشاعت التوحید والسنہ
(۱۴) جمعیت طلباء اسلام (۱۵) تحریک نفاذ فقہ حنفیہ (۱۶) الحمد ٹرسٹ
(۱۷) صدیقی ٹرسٹ (۱۸) عالمی مجلس تحفظ حقوق اہلسنت
(۱۹) عالمی مجلس ختم نبوت (۲۰) سواد اعظم پاکستان (۲۱) فاروق اعظم کمیٹی
(۲۲) دیوبندی حیاتی (۲۳) دیوبندی مماتی (۲۴) حقیقی سنی تحریک
(۲۵) انجمن دفاع امام ابوحنیفہ (۲۶) الفرقان (۲۷) الرشید ٹرسٹ
(۲۸) الاختر ٹرسٹ (۲۹) الانصار ویلفیئر ٹرسٹ (۳۰) عالمگیر ویلفیئر ٹرسٹ
(۳۱) اتحاد اہلسنت پاکستان (۳۲) انجمن دعوت اہل سنت

یہاں بھی یہی معاملہ ہے کہ بعض تنظیمیں اب باقی نہیں رہیں جیسے سپاہ صحابہ، حرکۃ المجاہدین اور درخواستی گروپ وغیرہ لیکن رجسٹرڈ جماعت المسلمین کے اصول پر نام رکھنے کی وجہ سے وہ مستقل علیحدہ علیحدہ فرقے تھے۔

بریلوی فرقے: (۱) جماعت اہلسنت (۲) جمعیت علماء پاکستان۔نورانی گروپ
(۳) جمعیت علماء پاکستان نیازی گروپ (۴) انجمن سرفروشانِ اسلام

(۵) انجمن طلباء اسلام (۶) انجمن نوجوانان اسلام (۷) جماعت اصلاح المسلمین
(۸) روحانی طلبہ جماعت (۹) جمعیت علماء طاہریہ (۱۰) بزم رضا
(۱۱) حسان نعت کمیٹی (۱۲) انجمن غلامانِ رسول (۱۳) انجمن غلامان غوث
(۱۴) پاکستان عوامی تحریک (۱۵) تحریک منہاج القرآن
(۱۶) انجمن فدایانِ رسول (۱۷) جمعیت الاخلاق (۱۸) جمعیت اشاعت اہلسنت
(۱۹) اصلاحی جماعت (۲۰) محمدی وعظ کمیٹی (۲۱) جماعتِ قادریہ
(۲۲) جماعت نقشبندیہ (۲۳) جماعت چشتیہ (۲۴) جماعتِ سہروردیہ
(۲۵) جماعتِ اویسیہ (۲۶) جماعت الرفاعیہ ٹرسٹ (۲۷) جماعت اشرفیہ
(۲۸) انجمن عاشقانِ رسول (۲۹) دعوتِ اسلامی (۳۰) سنی تحریک
(۳۱) جمعیت المشائخ (۳۲) قادری فاؤنڈیشن (۳۳) برکاتی فاؤنڈیشن
(۳۴) تحریک اہل سنت (۳۵) ورلڈ اسلامک مشن (۳۶) تحریک علماء اہل سنت
(۳۷) حقیقی سوادِ اعظم (۳۸) اہلسنت خدمت کمیٹی (۳۹) انجمن سپاہِ مصطفیٰ
(۴۰) انجمن سپاہِ اولیاء (۴۱) تحریک ذکر وفکر (۴۲) عالمی دعوت اسلامیہ
(۴۳) سنی جماعت القراء (۴۴) بزم صابریہ (۴۵) انجمن انوار القادریہ

مختلف (سیاسی وغیرہ) فرقے:

(۱) جماعت اسلامی (۲) شباب ملی (۳) پاسبان (۴) الخدمت ٹرسٹ
(۵) پاکستان اسلامک فرنٹ (۶) اسلامک نیشنل فرنٹ (۷) اسلامی جمعیت طلباء
(۸) تحریکِ اسلامی (۹) تحریکِ فکرِ مودودی (۱۰) تنظیمِ اسلامی
(۱۱) انجمن خدام القرآن (۱۲) تحریک خلافت پاکستان (۱۳) متحدہ مجلس عمل
(۱۴) اتحاد بین المسلمین (۱۵) القاعدہ نیٹ ورک (۱۶) طالبان
(۱۷) تنظیم الاخوان (۱۸) حزب التحریر (۱۹) حزب المجاہدین

(۲۰) البرق مجاہدین (۲۱) البدر مجاہدین (۲۲) المصطفیٰ لبریشن فرنٹ
(۲۳) حزب اللہ کیماڑی (۲۴) الہدیٰ انٹرنیشنل

شیعہ ومنکرین حدیث کے فرقے:

(۱) اہل القرآن (۲) بزم طلوع اسلام (۳) القرآن دی ریسرچ سینٹر
(۴) تحریک نفاذ فقہ جعفریہ (۵) جعفریہ الائنس (۶) امامیہ اسٹوڈنٹس
(۷) اصغریہ اسٹوڈنٹس (۸) سپاہ اہل بیت (۹) اثنا عشریہ (۱۰) نوربخشیہ
(۱۱) بوہری فرقہ (۱۲) اسماعیلیہ (۱۳) زیدیہ (۱۴) ادارہ تدبر قرآن
(۱۵) دانش سرا غامدی گروپ (۱۶) ابوالخیر اسدی گروپ

تکفیری اور مسلمین نام کے فرقے:

(۱) تنظیم ڈاکٹر عثمانی محمد حنیف گروپ (۲) تنظیم ڈاکٹر عثمانی یعقوب علی گروپ
(۳) تنظیم المسلمین محمد ہادی گروپ (۴) تنظیم المسلمین ڈاکٹر بشیر ملتانی گروپ
(۵) جماعت المسلمین رجسٹرڈ (۶) جماعت المسلمین مرغوب عالم گروپ
(۷) جماعت المسلمین اقبال صاحب (۸) جماعت المسلمین عبدالقادر گروپ (کھڈیاں)
(۹) جماعت المسلمین محمد حسین گروپ (۱۰) جماعت المسلمین حکیم عبدالرحمٰن گروپ
(۱۱) جماعت المسلمین خلیفہ ابوعیسیٰ الرفاعی انگلینڈ
(۱۲) جماعت المسلمین خلیفہ وقار علی، دھوناپتی پشاور

سیاسی فرقے: ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ جناب سیاسی فرقوں کے لکھنے کی کیا ضرورت ہے، تو عرض ہے کہ سیاسی فرقے بھی اسلام کے مدعی ہیں، اس امت کا حصہ ہیں۔ انھوں نے بھی اپنے علیحدہ نام رکھے ہیں اور نام رکھنے کی وجہ سے بانی و جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے ہاں فرقہ بن جاتا ہے۔ اس لئے ہم ان سیاسی فرقوں کا بھی ذکر کررہے ہیں: (۱) مسلم لیگ، ن (۲) مسلم لیگ پگاڑا (۳) مسلم لیگ چٹھہ

(۴) مسلم لیگ جونیجو (۵) مسلم لیگ،ق (۶) پیپلز پارٹی (۷) پیپلز پارٹی مرتضیٰ بھٹو (۸) پیپلز پارٹی پیٹریاٹ (۹) نیشنل عوامی پارٹی (۱۰) عوامی نیشنل پارٹی بزنجو گروپ (۱۱) متحدہ قومی موومنٹ (۱۲) مہاجر قومی موومنٹ (۱۳) پاکستان تحریک انصاف (۱۴) ملت پارٹی (۱۵) جیئے سندھ (۱۶) جیئے سندھ ترقی پسند (۱۷) پختونخواہ ملی عوامی پارٹی (۱۸) بلوچستان نیشنل پارٹی (۱۹) اتحاد ملی ہزارہ (۲۰) مہاجر کشمیر موومنٹ (۲۱) پاکستان عوامی قوت پارٹی (۲۲) نیشنل پیپلز ورکرز پارٹی (۲۳) غریب عوامی پارٹی (۲۴) تحریک مساوات (۲۵) پاکستان مسلم الائنس (۲۶) تحریک استقلال (۲۷) مہاجر اتحاد تحریک (۲۸) سرائیکی صوبہ موومنٹ (۲۹) لنگاہ قوم اتحاد (۳۰) جمہوری وطن پارٹی (۳۱) ڈیموکریٹک الائنس (۳۲) ہزارہ قوم اتحاد (۳۳) بلوچ اتحاد (۳۴) بلوچ رابطہ اتحاد تحریک (۳۵) پاکستان سرائیکی پارٹی (۳۶) پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن (۳۷) پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن (۳۸) نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن (۳۹) آل پاکستان مہاجر اسٹوڈنٹس فیڈریشن (۴۰) بلوچستان لبریشن فرنٹ (۴۱) بلوچستان نیشنل الائنس (۴۲) اسلامی جمہوری اتحاد (۴۳) جونا گڑھ مسلم جماعت اور مختلف قومیتوں کی مختلف جماعتیں۔

یہ سب ملک کر ۲۱۰ سے زیادہ فرقے بنتے ہیں۔ اس طرح بانی جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے اس اصول پر رسول اللہ ﷺ کی امت میں دوسو (۲۰۰) سے زائد فرقے بنتے ہیں، وہ بھی صرف اور صرف پاکستان میں۔ اگر باقی اسلامی دنیا کی تنظیموں، جماعتوں، تحریکوں وغیرہ کے نام بھی جمع کئے جائیں تو یہ سلسلہ ہزاروں پر جا کرر کے گا۔ جبکہ صحیح حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ کی امت میں (صرف) تہتر فرقے ہوں گے۔ بس!!

اگر مسعود صاحب اور ان کی بنائی ہوئی رجسٹرڈ جماعت کے اس اصول کو درست تسلیم کر لیں کہ نام رکھنے سے بھی اصطلاحی فرقہ بن جاتا ہے تو نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث و صحیح

السند پیش گوئی غلط ثابت ہوتی ہے۔(نعوذ باللہ)

ایک مومن تو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔تاریخ گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ پیشین گوئیاں ہمیشہ ہمیشہ درست ہی ثابت ہوئی ہیں۔آج تک کوئی بڑے سے بڑا دشمنِ اسلام بھی نبی کریم ﷺ کی کسی پیش گوئی کو نہ غلط ثابت کر سکا ہے اور نہ کبھی کر سکتا ہے۔لیکن یہ نادان دوست ہی ہیں جو اپنی ذہن پرستی کو تقویت و تسکین پہنچانے کے لئے ایسے نت نئے اصول گھڑ دیتے ہیں کہ جن سے آپ ﷺ کی پیشگوئی کی تکذیب ہوتی ہے۔

اب اس رجسٹرڈ جماعت کے پاس دو ہی راستے ہیں یا تو رسول اللہ ﷺ کے صحیح السند فرمان و پیش گوئی کی تکذیب کے قائل ہو جائیں (معاذ اللہ) یا پھر بانئ جماعت کے اس باطل اصول کو ٹھکرا دیں۔ چونکہ حدیثِ رسول اور مسعود صاحب کا اصول: دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور یہ بات تو رجسٹرڈ کے ہاں بھی مسلم ہے کہ اجتماعِ ضدین باطل ہے۔ان کے لٹریچر میں کئی بار اس بات کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ﴾ کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لئے یہ اختیار نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کسی معاملے میں فیصلہ کریں تو وہ اسے رد کر دے۔ (الاحزاب:۳۶)

اس آیت سے واضح ہے کہ ایمان والے کے پاس تو اختیار باقی نہیں رہتا، اگر رجسٹرڈ جماعت کے افراد اپنے دعویٔ ایمان میں سچے ہیں تو اپنے اس باطل اصول کا انکار کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر مسعود صاحب کی اطاعت و پیروی فرض نہیں کی نہ مسعود صاحب کی مخالفت کو حرام قرار دیا ہے۔لیکن یقیناً اپنے رسول ﷺ کی اطاعت و پیروی کو فرض کیا اور ان کی مخالفت کو حرام قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ خود مسعود صاحب اور بہت سے لوگوں کے سامنے ہم نے یہ بات رکھی، ان میں سے بعض نے یہ جواب دیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی

حدیث پر تجربے کیوں کر رہے ہیں، آپ بلا چُوں وچرا اس پر ایمان لائیں۔
ممکن ہے کوئی آپ کے سامنے بھی یہی بات رکھ دے۔

تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ الحمدللہ ہم کسی بھی ثابت شدہ صحیح یا حسن حدیث پر تجربے کے بعد ایمان لانے کے قائل نہیں، ہمارا تو صحیح حدیث پر ایمان ہے۔ البتہ مسعود صاحب کے اصولوں پر نہیں چونکہ وہ کوئی معصوم عن الخطاء شخصیت نہ تھے۔

وہ جو بھی اصول پیش کریں گے، ہم انھیں قرآن وحدیث پر پرکھیں گے، اگر وہ قرآن و حدیث کے مطابق ہوئے، ان پر پورے اترے تو ہم ضرور قبول کرلیں گے لیکن اگر وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوئے بلکہ حدیث کی تکذیب کرنے والے اصول ہوئے تو نہ صرف یہ کہ انھیں ٹھکرادیں گے بلکہ دلائل کے ساتھ ان کا ابطال بھی کریں گے تاکہ نصیحت وحق بات کو قبول کرنے والے حق قبول کرلیں اور انکار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا جواب اور انجام سوچ لیں۔

ان میں سے بعض لوگوں نے اس طرح بھی اپنے فرقہ کے بانی وامام کے قول کے دفاع کی کوشش کی کہ آپ اہلحدیث حضرات کی تمام تنظیموں کو ایک ہی شمار کرلیں، اسی طرح دیوبندی، بریلوی اور شیعہ لوگوں کی تمام تنظیموں کو بھی ایک ہی فرقہ شمار کریں تو آپ کا پیش کردہ یہ اشکال ازخود ختم ہو جائے گا۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ فی الحقیقت ایسا ہی ہے کہ شیعہ یا بریلویوں اور دیوبندیوں وغیرہم کی تمام تنظیمیں مل کر ایک ایک فرقہ ہی بنتا ہے، یہ کل تین علیحدہ علیحدہ فرقے ہیں نہ کہ بہت سی تنظیموں کی وجہ سے بہت سے فرقے۔

لیکن یہ مسعود صاحب کے ''اصول'' کے مطابق ممکن نہیں، چونکہ ان کے اصول کے مطابق نام رکھ لینے سے بھی اصطلاحی فرقہ بن جاتا ہے، جب نام رکھنے سے فرقہ بنتا ہے تو صرف بریلوی فرقہ ہی پچاس سے زائد فرقے بن جائے گا۔ ہاں اگر آپ مسعود صاحب کے ایجاد کردہ اصول سے انکار کردیں جیسا کہ انکار کرنا بھی چاہئے تو پھر آپ کا یہ جواب

درست ہوسکتا ہے۔لیکن اس طرح مسعود صاحب کا یہ خود ساختہ اصول کہ '' نام رکھ لینے سے بھی اصطلاحی فرقہ بن جاتا ہے'' سلامت نہیں رہتا بلکہ دھڑام سے گر جاتا ہے۔

ان میں سے بعض نے اس طرح قولِ امام کا دفاع کیا: آپ کو بہتر فرقوں سے کیا غرض آپ کو تو تہتر ویں جنتی فرقے سے دلچسپی ہونی چاہئے، آپ اس کی نشاندہی کی کوشش کریں۔!

اس کے جواب میں عرض ہے کہ الحمدللہ جنتی فرقہ تو وہی ہوسکتا ہے جس کے اصول و فروع، عقائد و نظریات قرآن و سنت کے مطابق ہوں ۔ہمیں جہنم میں جانے والے بہتر (۷۲) فرقوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیکن اس مقام پر سوال دلچسپی و عدم دلچسپی کا نہیں بلکہ حدیثِ رسول کی تصدیق و تکذیب کا ہے۔آپ کے امام صاحب کے خود ساختہ اصول کے مطابق اس ثابت شدہ حدیث کی تکذیب لازم آتی ہے۔اس اصول سے اس میں تہتر کے بجائے سینکڑوں اور ہزاروں فرقوں کا وجود ثابت ہو جاتا ہے۔ جو کہ حدیثِ زیرِ بحث کی روشنی میں یقیناً باطل ہے۔ویسے اس طرح کی باطل و رکیک تاویلات کے ذریعے سے قولِ امام کا دفاع کرنے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ قولِ امام کے دفاع کے بجائے حدیثِ رسول کا احترام کرنا سیکھیں۔صحیح حدیث کے مقابلے میں اور اُن سے ٹکرانے والے باطل اصول و فروع کا انکار کر دیجئے۔یہی درست رویہ ہے اور اسی کا ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

پس نہیں! آپ کے رب کی قسم! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ (ﷺ) کو اپنا فیصل نہ مان لیں پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور پورے طور پر اسے تسلیم کر نہ لیں۔ (النساء:٦٥)

[ختم شد]

تصنیف: حافظ ابن کثیر　　　　ترجمہ: حافظ زبیر علی زئی

اختصار علوم الحدیث (قسط نمبر ۷)

(۲۴) چوبیسویں قسم: کیفیتِ سماعِ حدیث، اس کا حصول اور ضبط

چھوٹے بچوں کا گواہی اور روایات حاصل کر کے حالتِ کمال: بلوغ میں انھیں بیان کرنا صحیح ہے اور اسی طرح کفار کا اسلام لانے کے بعد حالتِ کفر کی گواہیاں اور روایات بیان کرنا صحیح ہے۔ بچوں کو حدیث نبوی سنانے میں جلدی کرنی چاہئے۔

اس زمانے اور سابقہ ادوار میں یہ عام عادت رہی ہے کہ پانچ سال تک کے چھوٹے بچے کا مجلسِ سماع میں حاضر ہونا اور پانچ سال کے بعد والے کا سماع لکھا جاتا ہے۔

انھوں نے (سیدنا) محمود بن الربیع (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ انھیں وہ کُلی یاد تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کے ڈول (کے پانی) سے (پیار کے ساتھ) اُن کے چہرے پر پھینکی تھی، اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی۔ اسے بخاری (۷۷، ۱۸۹، ۱۱۸۵، ۶۴۲۲، ۶۳۵۴) نے روایت کیا ہے۔ وہ اس حدیث کے ذریعے سے حاضر ہونے اور سماع میں فرق کرتے تھے۔ ایک (بے سند) روایت میں آیا ہے کہ ان (سیدنا محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ) کی عمر چار سال تھی۔ بعض حفاظِ حدیث نے سنِ تمیز کو اس کا ضابطہ قرار دیا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اگر وہ عام جانور اور گدھے میں فرق کر سکے (تو سماع صحیح ہے)

[دیکھئے الکفایہ (ص ۶۵ عن موسیٰ بن ہارون الحمال وسندہ صحیح)]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بیس سال کے بعد ہی سماع کرنا چاہئے۔ بعض نے کہا: دس (سال) اور بعض نے کہا: تیس (سال)

ان تمام کا دارومدار حالتِ تمیز پر ہے، جب بھی بچہ عقل مند ہو جائے تو اس کا سماع (حدیث سننا) لکھنا چاہئے۔

شیخ ابوعمرو (ابن الصلاح) نے کہا: ہمیں ابرہیم بن سعید الجوہری سے یہ بات پہنچی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے چار سال کا بچہ دیکھا جسے اُٹھا کر مامون الرشید (ایک خلیفہ) کے پاس لایا گیا تھا، اس نے قرآن پڑھ لیا تھا اور رائے میں نظر رکھتا تھا اِلا یہ کہ اسے جب بھوک لگتی تو رونے لگتا تھا۔! [1]

حدیث سننے اور حاصل کرنے کی آٹھ اقسام ہیں:

اول: سماع

یہ کہ یہ (سامع) اُس سے سُنے جس نے اپنے حافظے یا اپنی کتاب سے سُنایا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسی حالت میں سننے والا ''حدثنا'' (ہمیں حدیث بیان کی) ''أخبرنا'' (ہمیں خبر دی) ''أنبأنا'' (ہمیں خبر دی) ''سمعت'' (میں نے سنا) ''قال لنا'' (اس نے ہمیں کہا) ''ذکر لنا فلان'' (فلاں نے ہمیں بتایا) کہے۔ (الالماع ص ۶۹)

خطیب نے کہا: سب سے اعلیٰ عبارت ''سمعت'' ہے پھر ''حدثنا'' اور ''حدثني'' (اس نے مجھے حدیث بیان کی) ہے۔ (الکفایہ ص ۴۱۲، ۴۱۳)

(ابن الصلاح نے) کہا: کئی علماء مثلاً حماد بن سلمہ، ابن المبارک، ہشیم، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، یحییٰ بن یحییٰ التمیمی اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ اپنے استادوں سے سُنی ہوئی روایتیں صرف ''أخبرنا'' کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ (الکفایہ ص ۲۸۴، ۲۸۵)

ابن الصلاح نے کہا: ''حدثنا'' اور ''أخبرنا'' کو ''سمعتُ'' سے اعلیٰ ہونا چاہئے کیونکہ ''سمعت'' کی حالت میں ہوسکتا ہے کہ استاد کا یہ ارادہ نہ ہو کہ وہ اپنے شاگرد کو حدیث سُنائے جب کہ ''حدثنا'' اور ''أخبرنا'' میں یہ ارادہ شامل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

---

(۱) الکفایہ (ص ۶۴) اس روایت کی سند علی بن الحسن النجار (؟ توثیق نامعلوم) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حاشیہ: میں (ابن کثیر) نے کہا: بلکہ اس حالت میں اعلیٰ عبارت ''حدثني'' ہے کیونکہ ''حدثنا'' اور ''أخبرنا'' میں یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے اُستاد نے شاگردوں کی کثرت میں اُسے سنانے کا ارادہ نہ کیا ہو۔ واللہ اعلم

دوم: استاد کو حافظے یا کتاب سے پڑھ کر سُنانا

جمہور کے نزدیک اسے ''عرض'' کہتے ہیں۔ شاذ لوگوں کو چھوڑ کر جن کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جمہور کے نزدیک اس طریقے سے (حاصل شدہ) روایت بیان کرنا جائز ہے۔

علماء کی دلیل وہ حدیث ہے جسے (سیدنا) ضِمام بن ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا اور وہ صحیح (بخاری:٦٣) میں ہے۔

یہ (عرض) استاد کے بیان کردہ الفاظ سننے سے کم تر ہوتی ہے۔

مالک، ابوحنیفہ اور ابن ابی ذئب سے روایت ہے کہ وہ اس سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں برابر ہیں۔ اس بات کو اہلِ حجاز، اہل کوفہ، (امام) مالک اور ان کے مدنی اساتذہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور بخاری نے اسے اختیار کیا ہے۔

صحیح پہلی بات ہے (یعنی یہ کمتر ہے) اور اسی پر علمائے مشرق ہیں۔[1]

جب وہ اس سے حدیث بیان کرے تو کہے ''قرأت'' میں نے قراءت کی یا ''قرئ علٰی فلان و أنا أسمع فأقربه'' فلاں پر پڑھا گیا اور میں سُن رہا تھا تو انھوں نے اس کا اقرار کیا یا ''أخبرنا'' یا ''حدثنا قراء ۃ علیه'' اور یہ واضح ہے۔

اور اگر اسے مطلقاً بیان کرے تو یہ بات مالک، بخاری، یحییٰ بن سعید القطان، زہری، سفیان بن عیینہ، عام حجازیوں اور کوفیوں کے نزدیک جائز ہے بلکہ بعض تو ایسی حالت میں ''میں نے سنا'' کہنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔

(١) مثلاً دیکھئے الکفایہ (ص ٢٦٦) عن ابراہیم بن سعد الزہری وسندہ صحیح.

احمد (بن حنبل)، نسائی، ابن المبارک اور یحییٰ بن یحییٰ التمیمی نے اس سے منع کیا ہے۔
تیسرا قول یہ ہے کہ '' أخبرنا '' کہنا جائز ہے اور ''حدثنا'' کہنا جائز نہیں ہے۔ یہی قول شافعی، مسلم، نسائی اور جمہور اہلِ مشرق کا ہے بلکہ یہی قول اکثر محدثین سے نقل کیا گیا ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے درمیان سب سے پہلے (عبداللہ) ابن وہب (المصری) نے فرق کیا ہے۔ شیخ ابوعمرو (ابن الصلاح) نے کہا: ابن وہب سے پہلے یہی قول ابن جریج اور اوزاعی کا ہے۔ عام اہلِ حدیث (محدثین) میں یہی قول مشہور ہے۔
فرع (۱): جب شیخ کے سامنے ایسے نسخے کو پڑھا جائے جو انھیں یاد ہو تو (بہت) اچھا (اور) مضبوط ہے اور اگر انھیں یاد نہ ہو تو قابلِ اعتماد نسخہ قابلِ اعتماد ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ یہی صحیح، مختار اور راجح ہے۔
کچھ لوگوں نے اس سے منع کیا ہے اور یہ (بہت) مشکل ہے۔
اگر پڑھنے والے کے پاس صرف ایک ہی قابلِ اعتماد نسخہ ہو تو بھی صحیح ہے۔
فرع (۲): جمہور کے نزدیک یہ شرط لگانا صحیح نہیں ہے کہ شیخ کے سامنے پڑھا جائے وہ زبان سے اس کا اقرار (ضرور) کریں بلکہ اُن کا سکوت یا اس پر (عدمِ انکار کی صورت میں) اقرار کافی ہے، دوسرے لوگ: ظاہریہ وغیرہ میں سے یہ کہتے ہیں کہ اس کا زبانی اقرار ضروری ہے۔ شیخ ابواسحاق الشیرازی، ابن الصباغ اور سلیم (بن ایوب) الرازی نے اسے ہی اختیار کیا ہے۔ ابن الصباغ نے کہا: جب زبان سے اقرار نہ کرے تو روایت جائز نہیں ہے لیکن اس پر عمل جائز ہے۔!
فرع (۳): ابن وہب اور حاکم نے کہا: جس شخص کو شیخ اکیلے تنہائی میں سُنائے تو وہ ''حدثني'' کہے اور اگر اس کے ساتھ دوسرے شاگرد بھی ہوں تو ''حدثنا'' کہے۔ اگر وہ خود اکیلے شیخ کو سُنائے تو ''أخبرني'' کہے اور اگر اس کے ساتھ دوسرے بھی ہوں تو ''أخبرنا'' کہے۔
(قول الحاکم: معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۲۶۰، قول ابن وہب: العلل الصغیر للترمذی ۵/۷۵۲، الملحق، دوسرا نسخہ طبع دارالسلام ص ۸۹۶، وسندہ حسن)

ابن الصلاح نے کہا: یہ اچھی بہترین بات ہے۔

اگر شک ہو جائے تو ثابت شدہ صیغۂ واحد استعمال کرے اور وہ ابن الصلاح و بیہقی کے نزدیک ''حدثني'' یا ''أخبرني'' ہے۔

یحییٰ بن سعید القطان سے روایت ہے کہ ادنیٰ صیغہ یعنی ''حدثنا'' یا ''أخبرنا'' کہے۔

خطیب بغدادی نے کہا: ابن وہب نے جو یہ بات کہی ہے وہ مستحب ہے لیکن تمام علماء کے نزدیک ضروری نہیں ہے۔ (دیکھئے الکفایہ ص۴۲۳)

فرع (۴): جو شخص شیخ سے سماع کے وقت لکھ رہا یا سنا رہا ہو تو اس کے سماع کے صحیح ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابراہیم الحربی، ابن عدی (الجرجانی) اور ابو اسحاق الاسفرائنی اسے ممنوع سمجھتے ہیں۔ ابوبکر احمد بن اسحاق الصبغی نے کہا: یہ شخص ''میں حاضر تھا'' کہے اور ''حدثنا'' و ''أخبرنا'' نہ کہے۔ موسیٰ بن ہارون اسے جائز سمجھتے تھے۔

ابن المبارک اس وقت (بھی) لکھتے رہتے تھے جب انھیں حدیثیں پڑھ کر سُنائی جاتی تھیں۔

(الکفایہ للخطیب ص ۶۷ وسندہ ضعیف، فیہ احمد بن موسیٰ / ابن المبارک سے یہ عمل ثابت نہیں ہے)

ابو حاتم (الرازی) نے کہا: میں نے (محمد بن الفضل السدوسی) عارم کے پاس حدیث لکھی اور وہ پڑھ رہے تھے اور میں نے عمرو بن مرزوق کے پاس حدیث لکھی اور وہ پڑھ رہے تھے۔ (الکفایہ ص ۶۷، تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۳۶۷ وسندہ صحیح)

(امام) دارقطنی جوانی میں اسماعیل (بن محمد) الصفار کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ وہ حدیثیں لکھوا رہے تھے اور دارقطنی کچھ اجزاء نقل کر رہے تھے۔ بعض حاضرین نے دارقطنی سے کہا: آپ کا سماع صحیح نہیں ہے، آپ تو (کچھ اور) لکھ رہے ہیں؟ دارقطنی نے کہا: املاء کے دوران میں آپ کا فہم میرے فہم جیسا نہیں ہے۔ پھر پوچھا: شیخ نے اب تک کتنی حدیثیں لکھوائی ہیں؟ پھر دارقطنی نے فرمایا: شیخ نے اٹھارہ (۱۸) حدیثیں لکھوائی ہیں۔ انھوں نے یہ ساری کی ساری روایتیں اسانید اور متون کے ساتھ زبانی سُنا دیں تو لوگ اس (عظیم الشان حافظے) سے بہت حیران ہوئے۔ (تاریخ بغداد ۱۲/۳۶ وسندہ ضعیف، قال الازہری: بلغني الخ)

میں (ابن کثیر) نے کہا: ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج المزی رحمہ اللہ مجلسِ سماع میں لکھتے رہتے تھے اور بعض اوقات انھیں اُونگھ بھی آ جاتی تھی مگر قراءت کرنے والے کی غلطی پر واضح طور پر بہت اچھے طریقے سے ٹوک دیتے تھے۔ قاری (پڑھنے والا) حیران ہوتا تھا کہ وہ بیدار ہونے کے باوجود اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب میں غلطی کر جاتا ہے اور شیخ اُونگھنے کے باوجود اس کتاب پر بہت زیادہ متنبہ ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

ابن الصلاح نے کہا: اسی طرح مجلسِ سماع میں حدیثیں بیان کرنا (باتیں کرنا) اور اگر قاری جلدی جلدی قراءت کرنے والا ہو یا سننے والا قاری سے دور ہو (تو کیسا ہے)؟

پھر انھوں نے اس بات کو اختیار کیا کہ اس طرح کی معمولی باتیں قابلِ معافی ہیں۔ اگر وہ لکھنے کے ساتھ جو پڑھا جا رہا ہے سمجھتا ہو تو سماع صحیح ہے۔

بہتر یہ ہے کہ وہ اس سب کو بطورِ اجازت بیان کرے۔

میں (ابن کثیر) نے کہا: ہمارے زمانے میں یہی ہو رہا ہے۔ مجلسِ سماع میں سمجھنے والے اور نہ سمجھنے والے، قاری سے دور، اُونگھنے والے، باتیں کرنے والے اور ایسے بچے حاضر ہوتے ہیں جن پر کنٹرول نہیں ہوسکتا بلکہ وہ عام طور پر کھیلتے رہتے ہیں اور صرف سماع میں مشغول نہیں رہتے۔

ان سب کے لئے ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج المزی رحمہ اللہ کے سامنے سماع لکھا جاتا تھا۔

مجھے قاضی تقی الدین سلیمان المقدسی (متوفی ۷۱۵ھ) کی بات پہنچی ہے کہ اُن کی مجلس میں بچوں کو کھیلنے سے ڈانٹا گیا تو انھوں نے کہا: انھیں نہ ڈانٹو، ہم نے بھی انھی کی طرح سُنا تھا۔

مشہور امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: تیرے لئے حدیث کا سونگھنا کافی ہے۔ (؟)

اسی طرح اور بہت سے حفاظ نے کہا ہے۔

بغداد اور دوسرے شہروں میں مجلسیں منعقد کی جاتیں تو لوگ گروہ در گروہ بلکہ ہزاروں کی تعداد میں اکٹھے ہوتے۔ مستملی (شیخ کی حدیثیں لوگوں کو سُنانے اور املاء کرانے والے)

اونچی جگہوں پر چڑھ جاتے۔ مشائخ جولکھواتے تو اسے لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ لوگ ان سے سُن کر یہ حدیثیں بیان کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ان مجالس میں فضول باتیں اور شور بھی ہوتا تھا۔

اعمش نے بیان کیا کہ وہ ابراہیم (بن یزید النخعی) کے حلقے میں تھے، جب کوئی آدمی کوئی بات اچھی طرح نہ سنتا تو اپنے ساتھی سے پوچھ لیتا تھا۔

(الکفایہ ص ۷۲ وسندہ ضعیف، حبان بن علی العنزی ضعیف)

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس طرح کی باتیں (سیدنا) عقبہ بن عامر اور (سیدنا) جابر بن سمرہ وغیرہما (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی بعض احادیث میں واقع ہوئی ہیں۔

(دیکھئے صحیح مسلم: ۲۳۴، ۱۸۲۱)

اور یہی بات لوگوں کے لئے زیادہ مناسب ہے اگرچہ دوسرے (بعض) علماء نے اس میں احتیاط اور تشدد سے کام لیا ہے اور یہی قیاس ہے۔ واللہ اعلم

فرع (۵): پردے کے پیچھے سے سماع (احادیث سننا) جائز ہے جیسے اسلافِ تابعین نے امہات المومنین سے روایات لی ہیں۔

بعض لوگوں نے ''حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں'' (البخاری: ۵۹۲ ومسلم: ۱۰۹۲) والی حدیث سے دلیل لی ہے۔

بعض نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ تمھیں اگر کوئی ایسا شخص حدیث بیان کرے جس کی شخصیت تم نہ دیکھتے (یا دیکھ سکتے) ہو تو اس سے روایت نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ یہ شیطان کسی صورت میں متمثل ہو کر ''حدثنا، أخبرنا'' کہہ رہا ہو۔ (المحدث الفاصل ص ۵۹۹ فقرہ: ۸۶۲ وسندہ ضعیف، ابوحفص الواسطی کی توثیق نامعلوم ہے۔ ومن طریقہ الالماع ص ۱۳۷، دوسرا نسخہ ص ۱۰۲)

یہ بہت عجیب وغریب قول ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

بریلوی سوالات اور اہلِ سنت: اہلِ حدیث کے جوابات

الحمد للّٰه رب العالمین و الصلوٰة و السلام علٰی رسوله الأمین، أما بعد:

عباس رضوی نامی ایک بریلوی نے اہلِ حدیث (اہلِ سنت) سے بارہ (۱۲) سوالات کئے ہیں۔ ایک آدمی حافظ ولید رانا نے ملتان سے کل یہ سوالات برائے جوابات بھیجے اور آج ان کے جوابات مع سوالات پیشِ خدمت ہیں:

بریلوی سوال نمبر۱: ''مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں صحیح، صریح، مرفوع، غیر محتمل احادیث درکار ہیں:

کیا نبی اکرم ﷺ نے نماز وتر میں بعد از رکوع عام دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے یا آپ نے حکم دیا ہے؟''

الجواب: اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کے نزدیک قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ اور ثابت شدہ اجماع شرعی حجت ہیں۔ احادیث سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے لہٰذا اہلِ حدیث کے نزدیک ہر سوال کا جواب ادلۂ ثلاثہ اور اجتہاد سے جائز ہے۔ اجتہاد کی کئی اقسام ہیں مثلاً: نص پر قیاس، عام دلیل سے استدلال، اولیٰ کو ترجیح، مصالح مرسلہ اور آثارِ سلف صالحین وغیرہ۔

اہلِ حدیث کے اس منہج کو ماہنامہ الحدیث حضرو میں بار بار واضح کر دیا گیا ہے مثلاً دیکھئے الحدیث نمبر۱ ص۴، ۵

اہلِ حدیث کے اس منہج کے مقابلے میں بریلویہ اور دیوبندیہ دونوں کے نزدیک آنکھیں بند کر کے اندھی اور بے دلیل تقلید حجت ہے۔ احمد رضا خان بریلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ''**اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام** اس امر کی تحقیقِ عظیم کہ فتویٰ ہمیشہ قولِ امام پر ہے۔'' (دیکھئے فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج۱ ص۹۵، طبع قدیم ج۱ ص۳۸۱)

احمد یار خان نعیمی بدایونی لکھتے ہیں: ''اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں۔ ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ہم یہ آیت و احادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں۔ احادیث یا آیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں۔'' (جاءالحق طبع قدیم حصہ دوم ص۹۱، آٹھواں باب)

معلوم ہوا کہ مسئلہ عقیدے کا ہو یا احکام وغیرہ کا، بریلویوں پر یہ ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے باسند صحیح امام ابوحنیفہ کا قول پیش کریں اور بعد میں باسند صحیح بذریعہ امام ابوحنیفہ: ادلۂ اربعہ سے استدلال پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو وہ اپنے دعوئ تقلید میں کاذب ہیں۔

بذریعۂ امام ابوحنیفہ کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث بھی پیش کریں، وہ امام ابوحنیفہ کی سند سے ہو کیونکہ یہ لوگ یوسفی و شیبانی نہیں بلکہ صرف امام ابوحنیفہ کی تقلید کے دعویدار ہیں اور محدثینِ کرام سے حدیث لینا ان لوگوں کے نزدیک تقلید ہے۔!

اہلِ حدیث اپنے عقیدے اور منہج کے مطابق ادلۂ اربعہ سے بذریعہ محدثینِ کرام اور علمائے حق (سلف صالحین کے فہم کو مدِنظر رکھتے ہوئے) جواب دینے کے پابند ہیں۔

اب سوال کی مناسبت سے چند تنبیہات پیشِ خدمت ہیں:

① صحیح حدیث کی طرح حسن لذاتہ بھی حجت ہے۔

② ہر جواب کا صریح ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل سے بھی استدلال جائز ہے۔

③ مرفوع حدیث حجتِ دائمہ ہے لیکن موقوف آثار سے بھی استدلال جائز ہے بشرطیکہ مقابلے میں صریح دلیل نہ ہو۔

④ غیر محتمل والی شرط فضول ہے کیونکہ ہر فریق دوسرے کی دلیل میں احتمال ہی احتمال نکال لیتا ہے بلکہ بریلویت و دیوبندیت کی بنیاد ہی احتمالات، تاویلاتِ فاسدہ اور اکابر کی اندھی تقلید پر ہے۔

اس ضروری تمہید کے بعد پہلے سوال کا جواب اور پھر اہلِ حدیث کا جوابی سوال پیشِ خدمت ہے:

نبی کریم ﷺ کے ستر (۷۰) صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جب شہید ہو گئے تو آپ نے ایک

مہینہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھا تھا جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (کتاب المغازی باب ۲۹ ح ۴۰۹۰)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' **فقد رأیت رسول اللّٰہ ﷺ کلّما صلّی الغداۃ رفع یدیہ یدعو علیھم** '' پس یقیناً میں نے دیکھا، رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے، دونوں ہاتھ اُٹھاتے، ان (کافروں) پر (ہلاکت وتباہی کی) دعا فرماتے۔

(صحیح ابی عوانہ ج ۵ ص ۱۴۱، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۲۷ ح ۵۹۱۳ وسندہ صحیح)

اس حدیث سے قنوت میں دعا کی طرح ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے لہٰذا جو اہلِ حدیث قنوتِ وتر میں ہاتھ اُٹھاتے ہیں، اس حدیث اور آثار کی بنا پر اُٹھاتے ہیں۔

امامِ اہلِ سنت امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ دونوں قنوتِ وتر میں ہاتھ اُٹھانے کے قائل تھے۔ دیکھئے مسائل ابی داود (ص ٦٦) اور مسائل احمد واسحاق (روایۃ اسحاق بن منصور الکوسج ۱/۲۱۱ ت ۴۶۵)

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ا: قنوتِ وتر کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ''جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے تو اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کرکے اخیر میں سجدہ سہو کرے'' الخ (فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۸ ص ۲۱۹)

یہ حکم کہ قنوت بھولنے والا سجدۂ سہو کرے گا، کس حدیث یا دلیل سے ثابت ہے؟ باسند صحیح بذریعہ امام ابوحنیفہ ثابت کریں۔!

تنبیہ: بریلویہ اور دیوبندیہ سے اہلِ حدیث کا اختلاف ایمان وعقائد میں ہے لیکن فی الحال پہلے سوال کے جواب میں ویسا ہی سوال پیشِ خدمت ہے جیسا سوال اہلِ حدیث سے کیا گیا ہے۔

بریلوی سوال نمبر ۲: ''کیا نبی اکرم ﷺ نمازِ جنازہ کی تمام تکبیرات میں رفع الیدین کرنے کا حکم فرماتے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ کی تمام تکبیروں کے ساتھ رفع الیدین فرمایا ہے؟''

الجواب: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''**أن النبي ﷺ کان إذا صلّی علٰی جنازة رفع یدیه في کلّ تکبیرة و إذا انصرف سلّم .**''

بے شک نبی ﷺ جب نماز جنازہ پڑھتے تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور جب پھرتے تو سلام کہتے تھے۔ (العلل للدارقطنی ج ۱۳ ص ۲۲ مسئلہ: ۲۹۰۸ وسندہ صحیح وزیادۃ الثقۃ مقبولۃ)

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (بھی) جنازے کی ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے تھے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۶ ح ۱۱۳۸۰، وسندہ صحیح)

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۲: ہماری ذکر کردہ مرفوع حدیث اور اثرِ صحابی کے مقابلے میں بریلوی و دیوبندی حضرات نمازِ جنازہ کی ساری تکبیرات پر رفع یدین نہیں کرتے۔ اس عمل کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں۔!

بریلوی سوال نمبر۳: ''حضور اکرم ﷺ نے اپنے کس صحابی کی شہادت پر غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی تھی؟''

الجواب: سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''**صلّی رسول اللّٰہ ﷺ علٰی قتلٰی أحد بعد ثماني سنین** '' إلخ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے اُحد پر آٹھ سال کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ احد ح ۴۰۴۲)

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۳: محمد امجد علی بریلوی جنازے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اگر ایک ولی نے نماز پڑھا دی تو دوسرے اولیا اعادہ نہیں کر سکتے''

(بہارِ شریعت حصہ چہارم ص ۸۵)

معلوم ہوا کہ بریلویوں کے نزدیک اگر ولی نمازِ جنازہ پڑھ لے تو دوبارہ (نمازِ جنازہ) نہیں ہو سکتی۔ نیز دیکھئے فتاویٰ رضویہ (ج ۹ ص ۲۶۹)

احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ''جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ نماز غائب و تکرارِ نمازِ جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۷)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ دلیل پیش کریں جس میں نبی کریم ﷺ نے دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کو ناجائز اور گناہ قرار دیا ہے یا نمازِ جنازہ کی تکرار سے منع فرمایا ہے۔

بریلوی سوال نمبر۴: ''ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں کہ نمازِ جنازہ میں امام دعائیں بلند آواز سے پڑھے اور مقتدی صرف آمین آمین پکاریں؟''

الجواب: سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **"سمعت النبي ﷺ ۔ وصلّی علی جنازة ۔ یقول :اللّٰھم اغفر له وارحمه " إلخ**

میں نے نبی ﷺ کو جنازے پر نماز پڑھتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ .)) إلخ (صحیح مسلم:۹۶۳/۸۵، ترقیم دارالسلام:۲۲۳۴)

جو دعا بلند آواز سے پڑھی جائے وہی سنی جاتی ہے لہٰذا اس صحیح حدیث سے بلند آواز سے دعا پڑھنا ثابت ہوا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ قنوت (دعائے قنوت) پڑھتے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے آمین کہتے تھے۔ (سنن ابی داود، الوتر باب القنوت فی الصلوٰۃ ح ۱۴۴۳، وسندہ حسن وصححہ ابن خزیمہ: ۶۱۸، والحاکم علیٰ شرط البخاری ۱/۲۲۵ ووافقہ الذہبی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دعا جہری ہو تو مقتدی آمین کہیں گے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۴: بریلویوں اور دیوبندیوں کی معتبر کتاب فتاویٰ شامی میں لکھا ہوا ہے کہ **''من صلّی و في کمه جرو تجوز صلاته وقیده الفقیه أبو جعفر الھندواني بکونه مشدود الفم''** جو شخص نماز پڑھے اور اس کی آستین میں (کتے کا) پلّا ہو، اس کی نماز جائز ہے اور فقیہ ابوجعفر الہندوانی نے یہ شرط لگائی ہے کہ اُس کا منہ بندھا ہوا ہونا چاہئے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ: مکتبۂ ماجدیہ کوئٹہ، پاکستان)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ دلیل پیش کریں جس سے کتا اُٹھا کر نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

نیز یہ کہ بریلوی فقہ کے اس مسئلے پر کیا عباس رضوی یا کسی بریلوی نے کبھی عمل کیا ہے؟

تنبیہ: اہلِ حدیث کے خلاف وحید الزمان، نور الحسن اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے پیش کرنا غلط ہے کیونکہ ہم ان حوالوں سے بری ہیں اور یہ حوالے ہمارے مفتیٰ بہا نہیں ہیں۔ جب ہم آلِ تقلید کے خلاف صرف ان کے مفتیٰ بہا اقوال پیش کرنے کے پابند ہیں تو وہ ہمارے خلاف کیوں غیر مفتیٰ بہا اقوال پیش کرتے ہیں۔؟!

بریلوی سوال نمبر۵: ''ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں کہ نمازِ وتر میں رکوع کے بعد امام بلند آواز سے دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی صرف آمین آمین پکاریں؟''

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازوں میں قنوت پڑھا تھا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والے آمین آمین کہتے تھے۔

دیکھئے سنن ابی داود (ح ۱۴۴۳، وسندہ حسن) اور الجواب نمبر۴

اس حدیث سے امام کا بلند آواز سے قنوت پڑھنا اور مقتدیوں کا آمین کہنا، دونوں مسئلے ثابت ہیں۔ والحمدللہ

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۵: بریلویوں و دیوبندیوں کی تسلیم شدہ معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ ''**ولو ترك وضع الیدین والرکبتین جازت صلاته بالاجماع**'' اور اگر (سجدے میں) دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے (زمین پر) نہ رکھے تو بالاجماع نماز جائز ہے۔ (ج۱ص۷۰)

اجماع کا دعویٰ تو باطل ہے تاہم عرض ہے کہ اس مسئلے کا ثبوت بذریعہ امام ابوحنیفہ اپنی تسلیم شدہ دلیل سے پیش کریں اور کیا اس مسئلے پر آپ لوگوں میں سے کسی نے کبھی عمل بھی کیا ہے؟

بریلوی سوال نمبر۶: ''کیا نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھے جائیں یا آپ ﷺ نے خود نماز میں سینے پر ہاتھ باندھے تھے؟''

الجواب: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''**کان الناس یؤمرون أن یضع الرجل یده الیمنیٰ علیٰ ذراعه الیسریٰ فی الصلوٰة**'' لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہر شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔ (صحیح بخاری ج۱ص۱۰۲ ح۷۴۰)

کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک کو ذراع کہتے ہیں۔
دیکھئے القاموس الوحید (ص ۵۶۸)

اگر دایاں ہاتھ پوری بائیں ذراع پر رکھا جائے تو خود بخود سینے پر آ جاتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا چاہئے۔ سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''**یضع هذه علٰی صدره**'' آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔
(مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶ وسندہ حسن)

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۶: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:
''مسجد میں اذان دینی مسجد و دربارِ الٰہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔''
(فتاویٰ رضویہ طبع قدیم ج ۲ ص ۴۱۴، طبع جدید ج ۵ ص ۴۱۱)

اس بات کا ثبوت ادلۂ اربعہ میں سے بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں کہ مسجد میں اذان دینی دربارِ الٰہی اور مسجد دونوں کی گستاخی ہے اور یہ بھی بتائیں کہ دربارِ الٰہی اور مسجد کی گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

یاد رہے کہ بریلویوں کی اکثریت مسجدوں میں اذان دیتی ہے اور اس طرح وہ احمد رضا خان کے نزدیک مسجد اور دربارِ الٰہی کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

بریلوی سوال نمبر ۷: ''کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کہنی پر رکھا تھا؟''

الجواب: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''**ثم وضع یده الیمنٰی علٰی ظهر کفه الیسری والرسغ والساعد**'' پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت اور رسغ (کلائی) اور ساعد (کہنی سے ہتھیلی تک کا حصہ / القاموس الوحید ص ۷۶۹) پر رکھا تھا۔ (سنن ابی داود، الصلوٰۃ، باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ ح ۷۲۷ وسندہ صحیح)

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۷: بریلویوں کی معتبر کتاب فتاویٰ شامی میں امامت کی شرطوں کے سلسلے میں لکھا ہوا ہے کہ ''**ثم الأحسن زوجة**'' پھر وہ (امام بنے) جس کی بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۲)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ صحیح حدیث پیش کریں جس میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔

بریلوی سوال نمبر ۸: ''ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں کہ آپ ﷺ نے پورا سال تہجد کی آذان کا حکم فرمایا ہو؟ وہ آذان رمضان شریف میں سحری کھانے کے لئے نہ ہو بلکہ پورا سال تہجد پڑھنے کے لئے ہو۔''

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**إنّ بلالاً یؤذن بلیل فکلوا و اشربوا حتی یؤذن ابن أم مکتوم .**)) بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں لہٰذا کھاؤ اور پیو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر ح ۶۲۲، ۶۲۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوعِ فجر سے پہلے رات کی اذان دینا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سارا سال رات کی اذان دے تو جائز ہے اور دوسرے دلائل کی رُو سے اگر یہ اذان نہ بھی دے اور صرف صبح کی اذان دے تو بھی جائز ہے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۸: نماز کے سوالات سے ہٹ کر عرض ہے کہ احمد رضا خان نے کہا: ''غزوہ احزاب کا واقعہ ہے۔ ربِ عزوجل نے مدد فرمانی چاہی اپنے حبیب کی شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے۔ اس نے کہا **الحلائل لا یخرجن باللیل** بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں **فأعقمها اللّٰہ تعالیٰ** تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بانجھ کر دیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا''

(ملفوظات حصہ ۴ ص ۴۱۹ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، ۳۸۔ اردو بازار لاہور)

ہوا کا اللہ کے حکم سے انکار کر دینا کون سی صحیح حدیث میں لکھا ہوا ہے؟

باحوالہ اور تصحیحِ سند جواب دیں اور یہ مسئلہ بھی سمجھا دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہوا کو حکم دے تو ہوا اُس پر عمل کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ کن فیکون کا کیا مطلب ہے؟

بریلوی سوال نمبر ۹: ''ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں کہ نبی اکرم ﷺ نے نمازِ باجماعت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ بلند آواز سے پڑھنے کا حکم فرمایا ہو یا خود پڑھی ہو؟''

الجواب: نُعَیم المجمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی پھر سورۂ فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ جب آپ ﴿**غیر المغضوب علیهم و لا الضالین**﴾ پر پہنچے تو آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی اور آپ ہر سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہتے اور دو رکعتوں کے تشہد سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہتے اور جب سلام پھیرتے تو فرماتے: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔

(صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۵۱ ح ۴۹۹، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۷۹۴، وسندہ صحیح)

اس حدیث سے (کبھی کبھار) بسم اللہ الخ بالجہر کا استحباب ثابت ہوا جیسا کہ حافظ ابن حبان نے صراحت کی ہے۔ دیکھئے صحیح ابن حبان (ج ۵ ص ۱۰۰)

یاد رہے کہ بسم اللہ الخ نماز میں سراً بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔

دیکھئے میری کتاب مختصر صحیح نمازِ نبوی (ص ۱۱)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

دیکھئے سنن الترمذی (۲/۹۶ ح ۲۶۷۶ وقال: ''هذا حدیث حسن صحیح'' وسندہ صحیح)

اور خلفائے راشدین میں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی ''فجهر ببسم الله الرحمٰن الرحیم'' تو انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھی۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۱۳۷، وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۴۷۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۸)

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۹: بریلویوں کی معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ

''**ویجوز بیع لحوم السباع والحمر المذبوحة فی الروایة الصحیحة**''

اور صحیح روایت میں درندوں اور ذبح شدہ گدھوں کا گوشت بیچنا جائز ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۱۱۵)

اپنے اس صحیح روایت والے فتوے کا ثبوت قرآن و حدیث و ادلۂ شرعیہ سے بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں اور کیا عباس رضوی نے اپنی اس صحیح روایت پر بذاتِ خود بھی کبھی عمل

کیا ہے؟

بریلوی سوال نمبر۱۰: "ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے وفات تک رفع الیدین عندالرکوع وبعدالرکوع کیا تھا؟"

الجواب: صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا کبرو اذارکع واذارفع ح ۷۳۶)

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۹ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کی حدیث کے راوی، ان کے جلیل القدر صاحبزادے امام سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (حدیث السراج ج۲ ص۳۴، ۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ رفع الیدین عندالرکوع و بعدالرکوع پر عمل عہدِ نبوت، عہدِ صحابہ اور عہدِ تابعین میں مسلسل رہا ہے لہٰذا رفع یدین کے منسوخ یا متروک ہونے کا دعویٰ باطل ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے رفع الیدین عندالرکوع و بعدالرکوع کا ترک یا منسوخ ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ خود بخود ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ وفات تک رفع یدین کرتے تھے۔ یہ مسئلہ سمجھانے کے لئے ایک مثال پیشِ خدمت ہے:

رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت ہے اور ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا بالکل ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ خود بخود ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ وفات تک نماز میں ہاتھ باندھتے تھے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۱۰: حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ / صحابی) نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے، اسے ہر اشارے کے بدلے ایک نیکی یا ایک درجہ ملتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۹۷/۱۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن، وحسنہ الہیثمی فی مجمع الزوائد ۱۰۳/۲)

اس اشارے سے مراد رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ہے۔

دیکھئے معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (قلمی ج ا ص ۲۲۵ وسندہ صحیح الی الامام اسحاق بن راہویہ)

یاد رہے کہ یہ حدیث حکماً مرفوع ہے اور صراحتاً مرفوع بھی مروی ہے۔

دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ للالبانی (۸۴۸/۷ ح ۳۶۸۶ بحوالہ الفوائد لابی عثمان البحیری ۲/۳۹)

کیا کسی حدیث میں رفع یدین نہ کرنے پر بھی کسی نیکی کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ صحیح یا حسن حدیث بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں۔!

بریلوی سوال نمبر ۱۱: ''ایک صحیح صریح مرفوع غیر محتمل حدیثِ مرفوع پیش کریں کہ کپڑا ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم حدیث میں ہو؟''

الجواب: اگر کپڑا ہو تو سر ڈھانپ کر نماز پڑھنی چاہئے اور یہی بہتر ہے۔ دیکھئے میری کتاب ہدیۃ المسلمین (حدیث نمبر:۱۰) اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳۱ ص ۵۱

اگر کپڑا نہ ہو تو مرد کی نماز ننگے سر جائز ہے۔ سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''أن النبي ﷺ صلّى في ثوب واحد، قد خالف بين طرفيه''

بے شک نبی ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی، آپ نے اس کے دونوں کناروں کو مخالف اطراف (کے کندھوں) پر ڈالا تھا۔ (صحیح بخاری:۳۵۴)

تنبیہ: جواب میں صحیح بخاری پر اکتفا کرتے ہوئے صحیح مسلم کے حوالے کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

ننگے سر نماز کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

'' اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں'' (احکام شریعت حصہ اول ص ۱۳۰)

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۱۱: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ''دلھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابلِ وضو رہنا چاہئے اگر دلھن باوضو یا نابالغہ تھی کہ یہ اس کا سابق از قبیل اعمال ہیں نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع انہیں قربت کر دے واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۵۹۵ فقرہ نمبر ۱۵۶)

قرآن وحدیث کی وہ دلیل بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ دلہن کو بیاہ کر لانے کے بعد اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکنے سے برکت ہوتی ہے اور یہ مستحب ہے۔

بریلوی سوال نمبر۱۲: ''ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں کہ نماز میں دو دو فٹ کھلے پاؤں کر کے کھڑے ہونے کا حکم ہو؟'' [سوالات ختم ہوئے۔]

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أقیموا صفوفکم و تراصّوا .)) إلخ اپنی صفیں قائم کرو اور ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ الخ (صحیح بخاری: ۷۱۹)

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنے ساتھ نماز پڑھنے والے مقتدی کے کندھے اور قدم سے قدم ملانا چاہئے جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ملاتے تھے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۷۲۵)

الحمد للہ اس حدیث پر اہلِ حدیث کا عمل ہے اور رہی بات دو دو فٹ والی تو یہ بریلوی سائل کا مسخراپن اور ٹھٹھا ہے، جس سے اہلِ حدیث بری ہیں۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۱۲: بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ صحیح یا حسن حدیث پیش کریں، جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ امام کے پیچھے، مقتدیوں کو ایک دوسرے کے قدم سے قدم اور کندھے سے کندھے نہیں ملانے چاہئیں۔

سوالات و جوابات اور جوابی سوالات کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔ آخر میں عرض ہے کہ بریلویوں کے سوالات مکمل نقل کر کے اُن کے مطابق سوالات جوابات لکھے گئے ہیں اور اس مضمون کا صرف وہی جواب قابلِ مسموع ہو گا جس میں سارے مضمون کو نقل کر کے اس کے ہر سوال کے مطابق جواب لکھا جائے۔

یاد رہے کہ راقم الحروف نے آلِ دیوبند کے سوالات کے جوابات مع جوابی سوالات لکھے تھے جن کا جواب آج تک نہیں آیا، دیوبندیوں کو تو سانپ سونگھ گیا ہے اور بریلویوں کے بارے میں معلوم نہیں انھیں کیا چیز سونگھے گی۔ واللہ اعلم

جواب آج شروع ہوا اور آج ہی ختم ہوا۔ (۱۳/ رمضان ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۴/ ستمبر ۲۰۰۸ء)

کلمۃ الحدیث   حافظ زبیر علی زئی

اصحاب الحدیث کون؟

ابو طاہر برکۃ الحوزی الواسطی نے کہا: میں نے مالک اور شافعی کی افضلیت کے بارے میں ابوالحسن (علی بن محمد بن محمد بن الطیب) المغازلی (متوفی ۴۸۳ھ) سے مناظرہ کیا، چونکہ میں شافعی المذہب تھا لہٰذا شافعی کو افضل قرار دیا اور وہ مالکی المذہب تھے لہٰذا انھوں نے مالک (بن انس) کو افضل قرار دیا۔ پھر ہم دونوں نے ابومسلم (عمر بن علی بن احمد بن اللیث) اللیثی البخاری (متوفی ۴۶۶ھ یا ۴۶۸ھ) کو فیصلہ کرنے والا ثالث (جج) بنایا تو انھوں نے شافعی کو افضل قرار دیا، پس ابوالحسن غصے ہو گئے اور کہا: شاید تم اُس (امام شافعی) کے مذہب پر ہو؟ انھوں (امام ابومسلم اللیثی البخاری رحمہ اللہ) نے فرمایا: ''**نحن أصحاب الحدیث۔ الناس علیٰ مذاھبنا فلسنا علیٰ مذھب أحد ولو کنا ننتسب إلی مذھب أحد لقیل: أنتم تضعون له الأحادیث**'' ہم اصحاب الحدیث ہیں، لوگ ہمارے مذاہب پر ہیں، ہم کسی کے مذہب پر نہیں ہیں اور اگر ہم کسی ایک کے مذہب کی طرف منسوب ہوتے تو کہا جاتا: تم اس (مذہب) کے لیے حدیثیں بناتے ہو۔ (سوالات الحافظ السّلفی لخمیس الحوزی ص ۱۱۸ ت ۱۱۳)

معلوم ہوا کہ اصحاب الحدیث (اہل الحدیث) کسی تقلیدی مذہب مثلاً شافعیت اور مالکیت کے مقلد نہیں تھے بلکہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے تھے۔ اس عظیم الشان حوالے کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اصحاب الحدیث تقلید نہ کرنے والے نہیں بلکہ شافعیت و مالکیت وغیرہما کی تقلید کرنے والے تھے (!) تو یہ شخص اپنا دماغی معائنہ کروالے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**صاحب الحدیث عندنا من یستعمل الحدیث**'' ہمارے نزدیک صاحب الحدیث وہ شخص ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب ۱/۱۴۴ ح ۱۸۳، وسندہ صحیح، مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۲۰۸ وسندہ صحیح)

تنبیہ: امام ابومسلم اللیثی ثقہ تھے۔ دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (ص ۵۸ ت ۳/۹۰) اور سیر اعلام النبلاء (۴۰۸/۱۸)

تذکرۃ الاعیان
ابومعاویہ منشاء سلفی

حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ

ولادت: حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی بن حافظ محمد عظیم بن نواب خان بن روشن دین ۱۲/ دسمبر ۱۹۲۷ء کو میر محمد ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: حافظ صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی جہاں انھوں نے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی، صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں اور حدیث کی کتابوں میں سے بلوغ المرام اور مشکوٰۃ المصابیح بھی پڑھیں۔اس کے بعد امرتسر کے مدرسہ غزنویہ چلے گئے۔ تقسیمِ ملک کے بعد جب دارالعلوم تقویۃ الاسلام امرتسر سے لاہور منتقل ہوا تو حافظ صاحب بھی اس مدرسہ میں آ گئے اور یہاں حدیث و دیگر علوم کی کتابوں کی تکمیل کی۔

اساتذہ کرام: حافظ صاحب کے اساتذہ میں سے چند مشہور علماء کے نام درج ذیل ہیں:
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا نیک محمد، مولانا محمد حسین ہزاروی، حافظ محمد بھٹوی، حافظ دوست محمد، مولانا عبدالرحیم بھوجیانی اور مولانا عبداللہ بھوجیانی رحمہم اللہ

اخلاق و عادات: حافظ صاحب نوعمری میں ہی نہایت متقی، بلند اخلاق والے اور صفاتِ حمیدہ سے متصف تھے۔سادگی وانکساری اور عجز وتواضع کا بہترین نمونہ تھے۔آپ شب زندہ دار، عابد، زاہد اور صاحبِ تقویٰ عالم دین تھے۔

دینی خدمات: گزشتہ چند برسوں سے حافظ صاحب مستقل طور پر اپنے قائم کردہ مرکز البدر بونگا بلوچاں (بھائی پھیرو) میں قیام پذیر تھے۔ان کی خصوصی توجہ اور محنت وخلوص سے بھرپور جدوجہد کے ثمرات ہیں کہ آج اس مرکزِ رشد وہدایت میں دعوت واشاعتِ دین کے کئی شعبے کام کر رہے ہیں۔ایک بڑے دارالعلوم میں اچھی خاصی طلبہ کی تعداد قرآن وسنت کی تعلیمات سے ہر سال سندِ فراغت پاتی ہے۔ زیرِ تعلیم طلبہ میں للّٰہیت اور اسلاف کے نمونے کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

وفات: حافظ صاحب کی وفات یکم اور ۲/ نومبر ۲۰۰۸ء کی درمیانی رات لاہور میں ہوئی۔